مسلمان اور تعلیم

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت ندوۃ العلماء، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق محفوظ)

بار اوّل

سنہ ۱۴۱۸ھ ـــــــــ سنہ ۱۹۹۷ء

کتابت ـــــــــ حامد بستوی

صفحات ـــــــــ ۶۸

طباعت ـــــــــ پاریکھ آفسٹ لکھنؤ

تعداد اشاعت ـــــــــ تین ہزار

قیمت ـــــــــ ۲۰/- روپے

باہتمام

سیّد محمّد غفران ندوی

شعبۂ نشر و اشاعت پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ

(فیکس نمبر ندوۃ العلماء ۰۵۲۲-۳۳۰۰۲۰)

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

آغاز کلام ۴

تعلیم کی اہمیت وضرورت

تعلیم وتربیت کی اہمیت ۶

تعلیم اور مسلمان ۱۹

عصری تعلیم

مغربی نظام تعلیم اور اس کے اثرات ۲۳

تعلیم میں قدروں اور ضرورتوں کی رعایت ۲۹

مذہبی تعلیم

ہندوستان کے مدارس دینیہ اور ان کا نصاب ۳۹

نصاب کی تشکیل میں وسیع النظری کی ضرورت ۴۷

جامع دینی تعلیم کا ایک تجربہ ۵۵

خلاصہ کلام

تعلیم کی ضروری فکر ۶۱

www.abulhasanalinadwi.org

آغاز کلام

تعلیم انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہونے کے ساتھ انسانی زندگی کی بہتر تشکیل میں اس کا جو حصّہ ہے اور قوموں کے عروج وزوال کے سلسلہ میں اس کی جو کارفرمائی ہے اس کو سب اہلِ فہم وادراک جانتے ہیں، مسلمانوں کو اس وقت تعلیم کے میدان میں پس ماندگی سے خاصا واسطہ پڑ رہا ہے، جس کو دور کرنے کے لیے تعلیم کی اہمیت سمجھنے والے کوشاں ہیں، یہ ایک بہت نیک اور قابل قدر کام ہے، اس کے لیے جس دردمندی اور جذبہ کی ضرورت ہے الحمدللہ وہ مسلم قوم کے متعدد فرزندوں میں بخوبی نظر آرہا ہے اور کوششیں کی جارہی ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مفید بنائے اور ملّت اسلامیہ کا یہ نقص دور ہوسکے جس کی وجہ سے اس کو کارگاہ زندگی میں نقصان وشکست خوردگی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

تعلیم کی اہمیت کو عموماً ہر جگہ تسلیم کیا جارہا ہے، البتہ تعلیم کے حدود اربعہ اور انسانی زندگی میں کہاں کہاں اس کی اہمیت زیادہ اور کہاں کہاں کم ہے اس میں لوگوں کے نقطہائے نظر مختلف ہیں، مزید یہ کہ ہر

www.abulhasanalinadwi.org

قوم اپنی کچھ عمومیات رکھتی ہے اور کچھ خصوصیات، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ذہن ان میں صرف خصوصیات یا صرف عمومیات میں محدود ہو کر نہ رہ جائیں، ملّت اسلامیہ کی ضرورت کو اس کی زندگی کی عمومیات اور خصوصیات دونوں کے لحاظ سے دیکھیں اور اگر خود ایک جامع نظام کو اختیار کرنے پر قابو نہ رکھتے ہوں تو جو لوگ جس محاذ پر کام کر رہے ہیں ان کی فکرمندی اور کوشش کو ناقدری کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ ان کے خیالات و آراء کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان سے جس حد تک اپنے کام میں مدد لے سکتے ہیں مدد لیں۔

ملّت کا کام اجتماعی ہے اور اجتماعی کام باہمی مفاہمت و تعاون ہی سے اچھا ہوتا ہے۔

میں نے اپنے بعض مضامین میں مذکورہ بالا نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے جو پندرہ روزہ تعمیر حیات میں شائع ہوئے تھے ان میں ایک مضمون کا اضافہ کر کے کتابچہ کی شکل میں پیش کر رہا ہوں، خدا کرے پسند آئیں اور مفید ہوں۔

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء

یکم ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم وتربیت کی اہمیت

کسی بھی صحت مندانہ اور صالح سماج کی تشکیل کے لیے اس کے افراد کی تعلیم وتربیت کا عمل اس کی بنیادی ضرورت ہے اس کا نظام اس سماج کے صحیح اقدار اور خصوصیات کی روشنی میں مرتب کرنا اور چلانا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ کام اس اختیار کردہ نظام کے نفاذ کے لیے انتھک اور مخلصانہ کوششوں سے انجام پاتا ہے پھر جن اقدار ومقاصد کو سامنے رکھ کر یہ کوششیں کی جاتی ہیں انہی کے مطابق معاشرہ بنتا ہے۔ لیکن اگر یہ کوششیں نہ کی گئی ہوں تو معاشرہ کے اخلاق اور صلاحیتیں خودرو گھاس کی طرح ہوجاتی ہیں۔ ان میں کوئی تناسب اور توازن نہیں ہوتا اور اگر مخالف عناصر کو موقع مل جائے تو وہ اصل اقدار ومقاصد سے مختلف اقدار ومقاصد کا معاشرہ بنا دیتے ہیں جس کی اصلاح کے لیے غیرت مند دانشوروں اور مخلص رہبروں کو طویل محنت اور بے انتہا توجہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

اچھے معاشرہ کی تشکیل کے لیے معاشرہ کے تمام افراد کا حصہ لینا ضروری ہوتا ہے جس میں مختلف سطح کے لوگ اپنی اپنی سطح کے مطابق طریقہ اختیار کرسکتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے زیر اثر کی فکر و اصلاح کا ذمہ دار ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے زیر اثر کی فکر کے متعلق سوال ہوگا، لہٰذا صحیح اور اچھا حال بنانے کی ذمہ داری ہر ایک فرد پر آتی ہے۔ باپ ماں اپنی اولاد کے، بڑا چھوٹے کے، حاکم اپنے محکوم کے، غرض ہر ایک کسی دوسرے کے بنانے کی فکر کا ذمہ دار ہے۔ ملت کے افراد کو سکھانا اور بنانا وہ ذمہ داری ہے جس کو سب کو مل کر اٹھانا پڑتا ہے۔ اور اسی سے وہ صحیح طریقہ پر انجام پاتی ہے مسلمان معاشرہ دنیا میں جہاں بھی ہے اس کے بنیادی اقدار و مقاصد ایک طرح کے ہیں، اس سلسلہ میں ملکوں ملکوں اور قوموں قوموں کا فرق نہیں، یہ سب کے لیے ضروری ہیں اور سب ان کے معاملہ میں یکساں ہیں ان کے بنیادی اقدار میں مذہبی عقائد اور اسلام کی طرف سے طے کردہ اخلاقیات اور اسلامی زندگی کے بنیادی آداب اور مقاصد شامل ہیں۔ لیکن بنیادی اقدار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی زندگی کے متعدد دوسرے پہلوؤں میں یہ گنجائش ہے کہ وہ ملکوں کے فرق سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ ان پہلوؤں میں ملکی حالات کے فرق کا اور پڑوسیوں کے پڑوسی ہونے کا لحاظ رکھنے کی اجازت ہے معاشرہ کی تشکیل میں دونوں طرح کے پہلوؤں کے فرق کو سامنے رکھنے سے زندگی کو بہتر بنانے کا پورا موقع ملتا ہے۔

مسلمان معاشرہ کی اولین بنیاد توحید یعنی خدائے واحد کی عبادت کا عقیدہ ہے وہ شرک کو کسی قیمت پر اختیار نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے رسول کی لائی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی شریعت کا پابند ... وہ اس میں دی ہوئی ہدایات کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ اس کے نبیؐ آخری نبیؐ ہیں۔ لہٰذا ان کے احکام کی پیروی میں اب کوئی اضافہ یا ترمیم نہیں کرسکتا۔ مسلمان کا عقیدہ اس دنیاوی زندگی کے بعد ایک ابدالآباد زندگی کے ہونے کا یقین ہے، جہاں اس کو اچھے کام کرنے کا اجر و ثواب ملے گا اور غلط کاموں پر سزا ہوگی۔ اس بنیادی عقیدہ پر یقین کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور اس کو ان تمام کاموں سے علاحدگی اختیار کرنا ہوتی ہے، جو اس کی شریعت اور اس کے نبیؐ کی ہدایت سے ٹکراتی ہو۔

لیکن زندگی کے دوسرے مختلف پہلو ایسے بھی ہیں جن کے معاملہ کو اس کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ ان میں اپنے حالات کے مطابق عمل کی اجازت ہے۔ حالانکہ شریعت اسلامی کی طرف سے ضروری قرار دیئے گئے معاملات بھی زندگی سے سازگار ہیں ان پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں اور نہ ان سے دوسروں کو کوئی ضرر پہنچتا ہے۔ اور وہ معاملات جن میں مسلمان کو اپنی صوابدید کا اختیار دیا گیا ہے، ان میں مسلمان اپنے ملک کے حالات اور تقاضوں کے مطابق عمل کرسکتے ہیں۔ اس طرح مسلمان دنیا کے تمام معاشروں کے ساتھ گزارا کرسکتے ہیں، ان کو کہیں بھی سب سے علاحدہ رہ کر زندگی گزارنے کی ضرورت نہیں لیکن اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ مسلمان کو ان معاملات کی معلومات حاصل ہوں۔ ان کو یہ معلوم ہو کہ کہاں وہ کس بات کے پابند ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور کس بات میں ان کو اپنے نئے تجربوں اور اصولوں کے مطابق عمل کرنا ہے اس کے لیے ان کو ایک طرف ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جس سے ان کو ان کا علم حاصل کرائے اور دوسری طرف ایسی سوسائٹی کی بھی ضرورت ہے جو ان کو ان خصوصیات کا حامل بنانے میں کارگر ہو، کیونکہ ماحول بھی انسان کی تربیت و تشکیل کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے اور حکومت لادینی ہے، مسلمان کی ملّی تشکیل خود مسلمانوں ہی کو کرنا ہے اور وہ کوئی بڑا پیچیدہ یا ناقابل عمل کام نہیں ہے۔ یہ تشکیل بچّوں کی سطح پر ان کے گھروں کے بڑوں کے ذریعہ پھر بچّوں اور ان سے بڑوں کی درس گاہوں کے ذریعہ پھر عام سوسائٹی کے دائرہ میں لٹریچر اور عوامی رابطہ کے ذریعہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ بچّوں کی سطح پر یہ کام آزادی سے قبل مسلم شرفاء کے گھرانوں کے اندر انجام دیا جاتا رہا ہے۔ اولاً بچّوں کی مائیں، خالائیں، نانیاں اور دادیاں اسلام کے بنیادی عقائد سے اپنے بچّوں کو ان کے ذہن کے مطابق انداز بیان میں آشنا کر دیتی تھیں اور انبیاء علیہم السّلام کی باتیں، اسلام کی مثالی شخصیتوں کے خاص واقعات تاریخ کے نصیحت آموز قصّے، اپنے بچّوں کو لوریوں اور کہانیوں کے ذریعہ واقف کرا دیا کرتی تھیں، پھر خاندان کے کسی بزرگ یا محلّہ کے کسی مخلص صاحبِ علم سے بچّوں کو حرف شناسی، قرآن مجید ناظرہ، اُردو زبان کی تعلیم کا آغاز کر دیا جاتا تھا اور اس طرح ان کی ابتدائی

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم شروع ہوجاتی تھی جس میں بنیادی اور ضروری معلومات کے ساتھ دین و اخلاق کی بنیادی باتوں کا سہل و آسان حصہ بچوں کے ذہنوں میں بیٹھ جاتا تھا۔ جو زندگی کے ساتھ ان کے دلوں میں بلکہ ان کی سیرتوں میں اثر انداز رہتا تھا۔ اس گھریلو تعلیم کے ساتھ اور اس کے بعد بچہ مدرسہ یا اسکول کی تعلیم کی طرف بڑھتا تھا اور اس کی منظم تعلیم کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا اور تعلیم کا باقاعدہ نظام کسی بھی قوم کی باعزت زندگی کی تشکیل میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کے لیے یہ بات لازمی ہے کہ وہ ملت کی ضرورت اور اس کی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے اس کے دائرہ میں جو بہتر سے بہتر ذرائع وانکشافات سامنے آئیں ان میں سے ملت کی ضرورت اور مقصد حیات اور عزت وامتیاز کے تقاضہ کو سامنے رکھتے ہوئے فائدہ اٹھایا جائے، ان باتوں کا لحاظ کرنے سے تعلیمی عمل قوم کو دیگر معاصر قوموں کے درمیان ہنرمند اور باعزت قوم کے مقام پر کھڑا کردیتا ہے۔

مسلمانوں کا معاشرہ ساتویں صدی ہجری تک تعلیم وتعلّم کے میدان میں دنیا کے تمام معاشروں پر فائق رہا اور اس نے وہ ترقیات حاصل کیں جن کو بنیاد بناکر بعد میں یورپ نے تعلیمی اور تجرباتی میدان میں ترقی شروع کی۔ افسوس ہے کہ یورپ کی ترقیات کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرہ میں علم کے میدان میں جمود و تعطل کا آغاز ہوگیا جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے البتہ اب کسی حد تک بیداری کا آغاز ہوگیا ہے، اب تعلیمی و تجرباتی کوشش ہی سے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کو اپنے سابقہ امتیازی مقام پر واپس لایا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے فکر و جد و جہد تنظیم و حکمت کی ضرورت ہے اور خاص طور پر ہندوستان میں جہاں مسلمانوں کو اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے تعلیمی میدان کو خود اپنی کوششوں سے سر کرنا ہے۔ زیادہ فکر و توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ تعلیم کوئی سطحی قسم کا عمل نہیں ہے وہ دراصل انسان سازی اور انسانی صلاحیتوں کو ابھارنے اور فعال و مفید بنانے کا عمل ہے ذہنی تربیت سے اس کا گہرا تعلق ہے، تعلیم وہ عمل ہے جو انسان کو ایک بے خبر مخلوق سے بدل کر ہنرمند اور بلند مقام کی مخلوق بناتا ہے۔

تعلیم کا اصل میدان اٹھتی ہوئی عمر کی نوجوان نسل ہوتی ہے، اور اس کام کی ذمہ داری اصحاب علم اور ماہرین تعلیم پر ہوتی ہے کہ وہ ایسا نصاب اور نظام تعلیم تجویز کریں پھر اس کو نافذ کریں جو قوم کی تعمیر ایسے خطوط پر کر سکے جن کی اس کو ضرورت ہے اور جن سے وہ اپنا اعلیٰ مقصد حاصل کر سکتی ہو اور اس سے اس کو اس کا باعزت و بلند مقام ملتا ہو، یہ وہ امر ہے جس کی طرف تمام زندہ قومیں توجہ کرتی ہیں اور اس کے ذریعہ وہ اپنے سرمایہ اقتدار کے ساتھ عقل و تجربہ کی رہنمائی میں زندگی کی خوب سے خوب تر تعمیر کرتی ہیں اور قدرت کی دی ہوئی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتی ہوئی قدرت کے ودیعت کردہ ذخائر مادی سے بہتر سے بہتر طریقہ سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے

www.abulhasanalinadwi.org

آخری عہد سے تعلیم کی طرف صحیح توجہ میں کمی شروع ہو گئی تھی پھر انگریزوں نے اپنے سامراجی مقاصد کے تحت مسلمانوں کو تعلیم میں مزید پیچھے ڈھکیل دیا جس سے ان کے لیے مواقع اور حوصلے بہت کم ہو گئے آزادی کے بعد جمہوری اور سیکولر نظام نے ملّت کی تعمیر کا بوجھ خود ملّت کے اہل فہم طبقے پر ڈال دیا ہے جس کو اسے اٹھانا ہے مسلمان تعلیم میں خاصا پیچھے چل رہے ہیں ان کو آگے لانے کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی ضرورت ہے، تعلیم کو عام کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ کارگر بنانے کی طرف توجہ کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے لہذا ہندوستانی مسلمانوں کے دانشور طبقہ کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی نسلوں کی زندگیوں کی صحیح تعمیر کی طرف خاطر خواہ توجہ دیں اور تعلیم و اصلاح و تربیت کا بھرپور اہتمام کریں کیونکہ یہ کام انہی کو کرنا ہے۔

موجودہ مغربی طاقت و غلبہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس نے اپنی اصل طاقت وقت کے تقاضہ کا لحاظ کرنے اور ترویج علم اور اس میں فروغ حاصل کرنے سے بنائی، اس کے تمدن و طاقت کا سرچشمہ دراصل ان ہی پہلوؤں سے وابستہ ہے، علم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترقی و قوت کی نئی راہیں تلاش کیں، اور خاص طور پر اقتصادی طاقت پیدا کرنے کی طرف توجہ کی، مشرق میں مغرب کا غلبہ علمی و سیاسی تدبیر کے ساتھ اس کی اقتصادی برتری سے ہوا، پھر اس سے اس کی سیاسی تگ و دو بھی وابستہ ہو گئی، لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا سارا سیاسی جوڑ توڑ، اور ملکوں پر اپنا اثر و رسوخ بڑھانا اولاً اس کی اقتصادی برتری سے پھر اس کی سیاسی تدابیر اور علمی تفوق سے جڑی ہوئی ہے۔ لیکن مغرب کی اقتصادیات کے بارے میں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اس کا سارا اقتصادی ڈھانچہ اور اس کے لیے ساری تگ و دو اس کے ملحدانہ فلسفہ سے جڑی ہوئی ہے اور وہ خالص غیر اسلامی اصولوں پر قائم ہے، اس میں سود و جوا پیوست ہے، اس کے گمراہ کن اصولوں کے ساتھ اس کی اقتصادی ترقی کی چمک دمک نے اسلام کو بھی نقصان پہونچایا اس کے مقابلہ کے لیے اس کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے، مغرب کی علمی کاوشوں کو اور اس کی اقتصادیات پھر سیاسیات کے دور اثر امکانات و اختیارات کو سمجھے بغیر، اس کی طاقت، تمدن اور دنیاوی برتری کو نہیں سمجھا جا سکتا، اور جب تک اس کے اقتصادی نظام و فلسفہ اور اس کی سیاسی تاریخ کو نہ سمجھا جائے اس کے اثر و نفوذ کا مقابلہ اور اس کے لیے اس کے اصل اسباب کو جاننا مشکل ہے، اور اس کے اثر و نفوذ کا مقابلہ اور بھی زیادہ دشوار ہے، اس لیے نصاب علم و تعلیم میں اقتصادیات و سیاسیات و نظریات حیات نیز علمی تحقیقات اور فکر و فلسفہ کے تعارف کا مناسب حصہ ہونا چاہیئے اور ان سے واقفیت کو اہمیت دینا ضروری ہے تاکہ غیروں کا احاطۂ عمل اور اثرات اور طریقہ کار سے ناواقفیت نہ رہے۔

تعلیم کے سلسلہ میں تین باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہوتا ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

ان تینوں باتوں پر قابو پانے پر ہی تعلیم کا صحیح اور مکمل فائدہ سامنے آتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ تعلیم مادری زبان میں ہونا چاہیئے اس کے لیے نصاب کی کتابوں کا مادری زبان میں زیادہ سے زیادہ تیار کیا جانا اور مادری زبان کی صلاحیت کو اس مقصد کے مطابق ترقی دینا ہوتا ہے، جب تک مادری زبان کو اس مقصد کے لائق بنانے کا کام انجام نہیں دیا جاتا اس وقت تک مادری زبان میں تعلیم دینے کا مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

مادری زبان کو چھوڑ کر دیگر کسی زبان میں تعلیم بھرپور فائدہ نہیں پہنچا سکتی، اس میں صرف ذہین اور شوقین طلبہ ہی کامیاب ہوتے ہیں عام صلاحیت کے طلبہ زیادہ کامیاب نہیں ہو پاتے اور اس طرح تعلیم کا عمل وسیع پیمانے پر انجام نہیں دیا جا سکتا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشرقی ممالک میں جہاں عام طور پر غیر ملکی زبان کو تسلّط کا مقام اب بھی حاصل ہے زیادہ وسیع اور بامقصد فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکا ہے، ان کے برعکس مغربی ممالک اور مشرق اقصیٰ کے ممالک میں اس مقصد کو حاصل کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ یورپ کے تمام ممالک میں وہیں کی زبانوں میں ساری تعلیم ہوتی ہے۔ اور جاپان میں جاپانی ہی ذریعہ تعلیم ہے۔ اس کے برعکس ہمارے مشرقی ممالک میں سائنس اور طب مغربی کے مضامین تا حال غیر مادری زبان میں ہی ہوتے ہیں چنانچہ طالب علم کو اچھا تعلیم یافتہ اور ماہر فن ہونے کے لیے بیرونی زبان میں کمال پیدا کرنا ہوتا ہے اس لیے اس کو دشواری ہوتی ہے اور اس طرح

www.abulhasanalinadwi.org

بہت سے لوگ اپنی مادری زبان میں بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے جو تعلیمی طور پر کامیاب ہونے والوں کی تعداد وسعت کو کم کر دیتی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ تعلیمی اداروں کی جو وسعت و تعداد ترقی یافتہ ممالک میں ہے اس سے ہمارے مشرقی ممالک میں تناسب بہت کم ہے۔ مثلاً امریکہ جہاں کی آبادی ہندستان سے ۱/۶ یعنی ۲۳ کروڑ ہے یونیورسٹی اور اس کی سطح کے اعلیٰ تعلیمی ادارے تین ہزار ہیں جبکہ ہندوستان میں ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں ہیں۔ جبکہ یہاں کی آبادی امریکہ کی آبادی سے تقریباً چار گنا ہے۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ بنیادی تعلیم جو ثانوی درجات کے اختتام تک ہوتی ہے ہر فرد کو مہیا کرنا چاہیے تاکہ قوم و ملت کا ہر فرد فعال اور کارگزار انسان کی سطح سے نیچے نہ رہے، اس بات کو بھی ترقی یافتہ مغربی ممالک نے خوب کیا ہے وہاں ہائی اسکول تک کی تعلیم لازمی ہے جس سے کسی بھی لڑکے کو مفر نہیں ہے اور اس تعلیم کے لیے حکومتوں کی طرف سے ہر طرح کی سہولتیں بھی مہیا کی جاتی ہیں اور اخراجات برداشت کیے جاتے ہیں، چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں قوم کا ہر فرد بنیادی تعلیم سے آراستہ ہو جاتا ہے اور تعلیم یافتہ ہونے کا تناسب پورے ملک یا قوم کا سو فیصد ہو جاتا ہے اور ہر انسان ایک ناسمجھ اور صرف آلہ کار کی سطح سے بلند ہو کر سمجھدار اور کارگزار فرد بن جاتا ہے۔

بنیادی تعلیم کے لیے اعلیٰ تعلیم کے مقابلہ میں مادری زبان میں ہونے

www.abulhasanalinadwi.org

کی شرط اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس مرحلہ میں مادری زبان اور غیر مادری زبان کا فرق بہت نمایاں ہوتا ہے دوسری چیز جو بنیادی تعلیم کے لیے ضروری ہے وہ یہ کہ یہ تعلیم فرد و قوم کی زندگی کے تقاضوں اور قدروں دونوں کی ضرورت کو پوری کرنے والی ہو، اس میں ایک طرف انسان کے علمی انکشافات اور عملی ترقیات ہیں ان سے ضروری واقفیت پیدا کی جانا چاہیئے، زندگی کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے کے وسائل و طریقے ہیں ان سے واقفیت کرائی جانا چاہیئے نیز قوم کی جو اخلاقی و دینی قدریں ہیں ان سے بھی آراستہ کیا جانا چاہیئے تاکہ بعد کی زندگی میں یہ فرد کوئی بھی شعبہ زندگی اختیار کرے اپنی بنیادی خصوصیات و صلاحیت و کردار کا حامل ہے اور اپنی قوم اور اپنی سوسائٹی کا نمائندہ رہے، اور پانی کی طرح بے رنگ نہ ہو کر جس رنگ سے مس کرے اسی رنگ کا ہو جائے۔ مغربی ممالک میں قائم موجودہ تمدن نے زندگی کے مادی تقاضوں کو تو سامنے رکھا ہے لیکن دینی و اخلاقی قدروں اور ہدایتوں کو بالکل نظر انداز کر رکھا ہے۔ اس کے نظر انداز کر دینے سے دنیا کے ان تمام علاقوں میں جہاں مغربی تمدن و تہذیب کا پورا سایہ ہے ایسی اخلاقی ابتری پیدا ہوئی ہے جو ان کی تمدنی ترقی کے ساتھ بالکل جوڑ نہیں کھاتی۔

اخلاقی قدروں کا سرچشمہ دراصل آسمانی تعلیمات ہیں اور مغربی فکر و فلسفہ نے آسمانی تعلیمات سے اپنا رشتہ بالکل توڑ لیا ہے اور اپنا

www.abulhasanalinadwi.org

رشتہ خالصتاً زمین کے منافع سے جوڑ لیا ہے، اور یہ بات دنیا کی کسی بھی قوم کے لیے قابل عمل ہو تو ہو مسلمان قوم کے لیے قابل عمل نہیں ہے۔

تعلیم میں تیسری ضروری بات یہ ہے کہ تعلیم کا جو مقصد ہے اسکو سمجھ کر تعلیم کا نظام و نصاب بنایا جائے وہ یہ دیکھ کر کہ فرد و قوم کی تازہ ضروریات کیا ہیں اور اس کی مقصدی زندگی کے تقاضے کیا ہیں، اس میں مادی، انسانی، سماجی تمدنی، فکری اور دینی اور اس طرح کے دیگر متعدد پہلو داخل ہیں، ماہرین تعلیم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان سب کا خیال رکھیں اور بنیادی تعلیم میں ان سب پہلوؤں کو ضروری مقدار میں مہیا کرنے کی فکر کریں۔ خواہ اعلیٰ تعلیم میں جو ایک یا چند خاص پہلوؤں کے ساتھ مخصوص کی جاتی ہے ان کی فکر زیادہ نہ کر سکیں۔

ان مذکورہ تمام باتوں اور پہلوؤں کا لحاظ کرنے کے بعد ہی تعلیم سے انسان کو وہ فائدہ پہنچ سکتا ہے جس سے انسان اپنے لیے بھی انسان بنتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی انسان بنتا ہے اور اپنے مالک حقیقی رب العالمین کے سامنے بھی اپنے انسانی حدود و خصوصیات کے ساتھ انسان ثابت ہوتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مشرقی ممالک ابھی مغرب کے سیاسی اور اقتصادی تسلط سے نہ صرف یہ کہ باہر نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کے ذہن بھی ابھی وہاں کی فکر و ثقافت کے رعب سے باہر نہیں ہو سکے ہیں وہ

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں کی ہو بہو نقل میں مبتلا ہیں اس طریقہ سے وہ مغربی انسان اور مغربی سوسائٹی کی صرف بگڑی ہوئی نقل بن رہے ہیں۔

ہمارے ماہرین تعلیم کو اپنی قوم کی خصوصیات و ضروریات و اقدار کو سامنے رکھ کر نصاب و نظام تعلیم کی تشکیل دینا چاہیئے تاکہ اس سے وہ فائدہ اٹھایا جا سکے جس کی موجودہ عہد کی قوموں کی دوڑ میں مقابلہ کرنے کے لیے شدید ضرورت ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم اور مسلمان

ساتویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی بلکہ اس کے بعد تک سات آٹھ سو سال مسلمانوں کی طاقت و عظمت دنیا میں اوّل نمبر کی رہی اور وہ قائدانہ مقام پر رہے، ان کی طاقت و عظمت کا مرکز ثقل بدلتا رہا کبھی بغداد میں کبھی قرطبہ میں اور کبھی قسطنطنیہ میں رہا اور منطقائی سطح پر قاہرہ، سمرقند اور دہلی مسلم طاقت کے مراکز رہے، مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانے میں سیاسی قومی علمی اور تمدنی ہر لحاظ سے دنیا سے اپنا لوہا منوایا اور جو غیر مسلم طاقتیں ان سے ٹکراتی رہیں ہمیشہ شکست کھاتی رہیں، یورپ کو ایک طرف ترکوں کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا تھا اور دوسری طرف اندلسی عربوں کی عظمت و طاقت سے سابقہ پڑا اور دبنا پڑا تھا۔

اندلس نے علمی و تمدنی لحاظ سے عظمت کا جو مظاہرہ کیا، وہ یورپ کے لیے رشک کا باعث تھا، چنانچہ یورپ کے نوجوانوں نے اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

درس گاہوں سے خوشہ چینی کی اور یورپ جو کہ اس وقت علمی و تمدنی لحاظ سے اندھیروں میں زندگی گزار رہا تھا، بتدریج ان کے کمال علمی اور تحقیق و مطالعہ کی روشنی سے کسب فیض کرنے لگا اور علم و تحقیق کے ذریعہ وہ تفوق و کمال کی طرف گامزن ہوا، پندرہویں صدی سے اس کی اس میدان میں ترقی ظاہر ہونا شروع ہوئی اور بڑھتی گئی، لیکن اسی کے ساتھ دوسری طرف مسلمانوں میں اپنے حال پر اکتفاء کر لینے اور علمی و عملی توجہ سے تغافل کی وجہ سے زوال کا سلسلہ شروع ہوا، اور وہ علم و سیاست، طاقت و تدبیر دونوں میں پچھڑتے چلے گئے، اس کے نتیجہ میں بے عملی نااندیشی اور حریف قوموں کے مقابلہ میں ضروری تدبیر و تیاری میں کوتاہی کا شکار ہوتے چلے گئے وہ قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ سے ناواقفیت کا شکار ہوئے، دوست و دشمن کی تمیز کرنے سے کوتاہ رہے، اس کے نتیجہ میں ان کی طاقت گھٹتی رہی، اور ان کی وحدت بٹتی چلی گئی، بالآخر اندلس سے ان کا چراغ گل ہو گیا، دوسری طرف ترکی کی پر عظمت طاقت میں زوال آتا گیا، اور آخری صدیوں میں اس کی طاقت کم ہوتی گئی، اور گذشتہ ایک صدی کے اندر وہ یورپ کی بڑی طاقتوں کا دست نگر ملک بن کر رہ گیا۔

یورپ نے اپنی ترقی اور کامیابی کے لیے علم و جد و جہد کے تین میدان اختیار کیے، ایک طبیعاتی علوم میں محنت و تجربہ کا جس میں اس نے مختلف سائنسی شعبوں اور ٹکنالوجی میں فتوحات حاصل کیں، دوسرا فکری میدان تھا

www.abulhasanalinadwi.org

جس میں ذہن و دماغ کی کاوشوں کے لیے نئی راہیں نکالنے کا کام کیا لیکن اس میں اس کی اصل کاوش بحث و تحقیق میں دل چسپی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے علمی و فکری تفوق کو اپنی نئی تحقیقات سے دبانے اور ان کے اثر کو کم کرنے کی رہی، اور مسلمان اپنی بے توجہی کے سبب اس میدان میں بھی مغلوب ہوتے چلے گئے۔ تیسرا میدان زبان و ادب کا رہا، جس کے ذریعہ یورپ نے اپنی بات کو مؤثر اور طاقتور ڈھنگ سے پہونچانے اور اثر انداز بنانے کا کام کیا۔

یورپ کے مقابلہ میں اسلام اور مسلمانوں کو جو غیر معمولی نقصان پہنچا وہ خاص طور پر ان مذکورہ راہوں سے پہنچا، یورپ نے اقتصادی و صنعتی ترقی حاصل کر کے علوم اجتماعیہ اور ذرائع ابلاغ کی راہ سے ذہنوں کو لبھانے کی جو کوشش کی اس نے مسلم نوخیز ذہنوں کو خود اپنی تاریخ کے سرمایہ عظمت سے مایوس و منحرف کیا، اور اس انحراف کی بنیاد پر ان کی ذہنی تشکیل جدید کی، گزشتہ دو صدیوں میں مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کے فکر و تمدن کے پیمانے اور اخلاق و سیرت کی قدریں بدل دیں، اس کی بنا پر کل کے غالب آج کے مغلوب اور کل کے پسماندہ اور جاہل آج کے ترقی یافتہ اور اصحاب علم بن گئے۔

چنانچہ مسلمانوں کے لیے گذشتہ دو سو سال ان کے اکثریتی ممالک میں اور جہاں مسلمان معتد بہ تعداد میں ہیں ان ممالک میں بڑے ادبار اور پستی کے رہے۔ ان میں غیر ملکی بلکہ کافر طاقتوں نے مسلمانوں کی پستی سے

www.abulhasanalinadwi.org

خوب فائدہ اٹھایا، اور ان کو نہ صرف غلام بنا کر رکھا، بلکہ ان کے مذہب کو اخلاق و ثقافت اور ان کی اقتصادی و سیاسی صلاحیتوں کو خصوصی نشانہ بنایا، اور ان کی اہمیت و خصوصیت کو خود ان کی نگاہوں سے مخفی کر دیا ظاہری طور پر مسلمانوں کے باشعور طبقہ نے جگہ جگہ سامراج کے سیاسی و استعماری غلبہ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، اور بالآخر مسلمانوں کے ان ملکوں سے سامراجی تسلط ظاہری طور پر ختم ہوا، لیکن اس مدت میں یہ سامراج مشرقی قوموں اور مسلمانوں کی فکر و سیاسی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو خاصا نقصان پہنچا چکا تھا، مزید یہ کہ مسلمانوں کی تعلیمی پستی کی بنا پر مغربی سامراج نے اپنی عقلی اور ثقافتی برتری کو ان ملکوں کے باشندوں پر بٹھا دیا، اور سیاسی اقتدار یہاں سے ہٹ جانے کے باوجود اپنے پورے اثرات ڈالتا رہا اور یہ سلسلہ تا حال قائم ہے۔

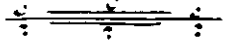

www.abulhasanalinadwi.org

عصری تعلیم

مغربی نظام تعلیم اور اس کے اثرات

یورپ نے گذشتہ تین صدیوں میں تعلیم میں جو خصوصی پیش رفت کی اسکے ذریعہ اس نے اپنی اقتصادی حالت سدھارنے اور ترقی دینے کے لیے ایک طرف تجرباتی علم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایجادات اور صنعت کی طرف توجہ کی اور اس کی ترویج کے لیے مشرقی ممالک میں بازار بنائے دوسری طرف اپنے اس تجارتی حربے سے پس ماندہ مشرق کے بہت سے ملکوں کو غلام بنایا اور اس کے ذریعہ زندگی کے وسائل میں اپنا دست نگر بنایا، مشرقی باشندے علمی اور اقتصادی دونوں حیثیتوں سے پسماندہ تھے انھوں نے یورپ کے تعلیمی میدان پھر دولت وسطوت میں تفوق اور برتری کو نہ صرف یہ کہ عظمت کی نگاہ سے دیکھا بلکہ اس سے بہت مرعوب ہوئے اور یہ سمجھے کہ وہ اپنی پس ماندگی سے یورپ کی پوری نقل کر کے ہی نکل سکتے ہیں، خاص طور پر وہ افراد جنھوں نے یورپ کی قائم کردہ درس گاہوں میں استفادہ کیا یا یورپ کے شان و شکوہ کو وہاں جا کر دیکھا یا وہاں کے آئے ہوئے اصحاب طاقت وسطوت کی عظمت کا خود اپنے ملک میں مشاہدہ کیا، یورپ مشرقی ممالک کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں کی بشری طاقت سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لہٰذا اس کی طرف سے مشرقی ممالک میں جو تعلیمی ادارے قائم ہوئے ان سے یورپ کے مقرر کردہ نظام تعلیم سے ایسے افراد پیدا ہوئے جو اپنے اصل عوام سے ناواقف اور یورپ کے مہیا کردہ علوم سے خوب واقف ہوئے اس طرح ان میں سے بہت سے لوگ یورپ کے مرعوب تلامذہ بنے، اور پھر انھوں نے اس سلسلہ کو خود بھی پروان چڑھایا۔ اس طرح ملک کے طول و عرض میں نئے علوم کی تعلیم گاہیں مغربی مزاج و مقاصد کے ساتھ اور علمی ادارے قائم ہوئے، جن کی بڑی تعداد عیسائی مشنریوں کے زیر انتظام تھی اور ایک تعداد مغرب کی زیر اثر حکومتوں کی سرپرستی میں قائم ہوئی۔ ان تعلیم گاہوں اور اداروں سے جو انسانی مال نکلتا وہ مغربی مذاق و مزاج کا ہوتا تھا۔ اور مغربی مذاق کی طرح وہاں کے اخلاقی و مادی حالات سے بنا تھا۔

ادھر مغربی ممالک کا حال یہ تھا کہ وہاں گذشتہ کئی صدیاں مزدور اور سرمایہ دار لڑائی اور تجرباتی و سائنسی علوم اور عیسائیت کے درمیان سخت کشمکش میں گزریں اس لڑائی میں علی العموم مزدور کی جیت سرمایہ داری پر اور سیکولر علم کی جیت مذہبی جمود و قدامت پرستی پر ہوئی، جس کے نتیجہ میں مذہب کو سماجی زندگی سے باہر کر دیا گیا اور اس کو انسان کا صرف ذاتی معاملہ قرار دے دیا گیا۔ مغربی افکار و نظام تعلیم اس نئے رجحان کا بھرپور حامل تھا، لہٰذا اس نے اپنے نظام تعلیم کے پروردہ مشرقی اہل علم کو بھی اس رجحان سے مانوس بنا دیا۔ اس سے مشرق کی ماہیت میں بھی انقلاب آنے لگا۔ اور یورپ کی رہنمائی میں جو نظام تعلیم آیا

www.abulhasanalinadwi.org

اس کو ایک طرف تو حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے عمومیت اور رواج حاصل ہوا دوسری طرف اس سے جو ذہن تیار ہوئے ان میں مذہب کے فرسودہ ہونے اور انسانی آزادی کے لیے بیڑی ہونے کا خیال پیدا ہوا، مغربی ممالک کے اپنے ان حالات کے سبب انسانی زندگی کے تعلق سے جو نظریات بنے ان کو مشرق کے جدید تعلیم یافتہ افراد نے مغربی سطوت و عظمت سے مرعوب ہو کر بجنسہٖ اپنے یہاں بھی منطبق کیا، اور اپنے یہاں کی قدروں اور اپنے یہاں کے حالات میں بنے ہوئے ذہن کو جاہلانہ قرار دے کر اپنے اوپر مغربی فکر کی کاٹ کا لباس ہی صحیح اور مفید قرار دیا۔

اس طرح مغرب کی دی ہوئی تعلیمی فکر نے مغرب کے مقصد ضرورت کے انسان زیادہ بنائے مشرق کے فکر و اقدار کے آدمی کم ہی بن سکے، چنانچہ نئے تعلیم یافتہ لوگ مذہبی اطوار اور مذہبی علم کے حامل افراد کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور موقع بے موقع ان کا استہزاء کرتے، یہ ایک افسوس ناک صورت حال تھی جو اپنوں کے لیے باعث رنج اور غیروں کے لیے باعث مسرت تھی، اگرچہ اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کی پسماندہ سوسائٹی کو تعلیم یافتہ بنانے کا جذبہ رکھنے والے متعدد رہبروں نے مسلمانوں کے تعلیمی فروغ کے لیے جو فکر و توجہ کی اس کے اثر سے جدید علوم سے واقف ایک نسل تیار ہوئی، اس نے اپنے اپنے میدان کار میں مسلمانوں کو پسماندگی سے نکالنے کا کام کیا، اگرچہ یہ کام مغربی فلسفۂ تعلیم اور مغربی تصورات کے مطابق تھا لیکن اس کا جو مفید پہلو ہے اس کے لحاظ سے وہ ایک قابل قدر کام ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مغربی نظام تعلیم کی طرف مسلمانوں کو مائل کرنے اور مسلمانوں کے لیے اس کا نظم کرنے میں اصل پہل سرسید احمد خاں صاحب نے کی۔ ان کی یہ توجہ اور پہل ان کے اس احساس کا نتیجہ تھی کہ مغربی قوموں نے دنیا میں اپنی برتری اور غلبہ کو اسی راہ سے حاصل کیا ہے لہٰذا اس برتری اور غلبہ کا مقابلہ یا اس میں اس کی ہم سری بغیر اس راہ پر چلے نہیں حاصل ہو سکتی، اس وقت مسلمانانِ ہند جس مظلومیت اور کسمپرسی کی حالت سے گزر رہے تھے، ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ختم کرنے کے لیے عوام اور مسلمان حکومت کی طاقت آزمائی ناکام ہو گئی تھی جس کی سزا میں ہزاروں ہزار سولی پر لٹکائے جا چکے تھے اور عزت والوں کی عزت خاک میں ملادی گئی تھی اور اصحاب ضمیر اپنی جان بچانے میں لگے ہوئے تھے، دل افسردہ تھے، ہمتیں جواب دے رہی تھیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو تعلیم کی لائن پر لانے کی جدوجہد نہایت ضروری کام تھا۔ اس کے بغیر وہ ملک کے نقشہ میں باعزت زندگی کے استحقاق کو عرصہ دراز تک حاصل نہ کر سکتے۔

ان حالات میں محمڈن کالج پھر مسلم یونیورسٹی کا قیام مسلمانوں کی زندگی میں ایک بڑے خوش آئند باب کا اضافہ تھا۔ چنانچہ اس نے پھل دیا اور وہ مسلمانوں کی کئی نسلوں کے لیے ایسے افراد تیار کرتی رہی جو ملک کی دیگر قوموں کے درمیان تمدنی قافلہ میں سرفراری کے ساتھ چل سکتے تھے اور چلتے رہے۔ اور مادی زندگی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے میدان میں قیادت بھی کر سکے ان میں

www.abulhasanalinadwi.org

اعلیٰ درجہ کے دانشور اور سیاسی رہبر پیدا ہوئے اسی طرح سول سروس اور سائنسی شعبوں میں امتیاز رکھنے والے تیار ہوئے۔ اس سلسلہ میں سرسید احمد خاں کا کارنامہ ناقابل فراموش ہے۔ اور برصغیر کے مسلمان اس سلسلہ میں ان کے احسان مند ہیں اور رہیں گے۔

البتہ ان کو اپنے اس کام میں جو پالیسی یا حکمت عملی اختیار کرنا پڑی اس سے مسلمانوں کے ذہن کی تربیت و پرداخت غیر دینی سانچے میں ہوئی وہ تعلیم جس سے اہم ترین مقصد کو تو بروئے کار لا سکے لیکن اس تعلیم کو اسلامی مزاج کا نہیں بنا سکے جس کا نقصان اتنا تھا کہ اگر قدیم طرز کے دینی مدارس کا نظام نہ ہوتا تو نئی نسلیں اسلام سے بالکل ناواقف اور اسلامی مزاج سے یکسر محروم ہو جاتیں اس سلسلہ میں سرسید احمد خاں صاحب نے مسلمانوں کے اپنے زمانہ کے کسمپرسی کے ہمت شکن حالات کی وجہ سے اپنے کو مجبور محسوس کیا ہوگا اور اس مجبوری کے احساس میں یہ پالیسی اختیار کی ہوگی لیکن نتیجہ تو بہرحال عمل کے طریقہ و مزاج کے مطابق ہی نکلتا ہے اور وہ نکلا عصری تعلیم کو مغربی مزاج کے ساتھ اختیار کر لینے سے مغرب کے اسلام دشمن ذہن سے مرعوبیت اور اسلامی مزاج و رنگ سے دوری پیدا ہونا فطری تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کی دینی حمیت اور اسلامی عزت نفس سے محروم کر دینے کا مقصد ان کو قتل کر دینے کے ذریعہ سے حاصل ہونے کے بجائے اس ذریعہ سے حاصل ہونے لگا تھا، یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن مغربی طاقت نے اس کو ناپسند نہیں کیا بلکہ

www.abulhasanalinadwi.org

مدد دی ورنہ مسلمانوں کی برتری اور حصول عزت ان کے لیے پسندیدہ بات نہ تھی یہی بات دیکھ کر علامہ شبلی جو سرسید مرحوم سے متأثر بلکہ مداح تھے اور اکبر الہ آبادی جیسے لوگوں نے اس بات پر تنقید کی جو اس کلام سے ظاہر ہے ؎

علوم مغربی کے بحر میں غوطہ لگانے سے
زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل طاہر نہیں ہوتا

وہ قتل سے بچوں کے یوں بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

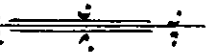

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم میں قدروں اور ضرورتوں کی رعایت

مسلمانوں کی تعلیم کے لیے ضروری تھا کہ قوم کی عصری اور دینی دونوں ضرورتوں کو سامنے رکھا جاتا اور دنیاوی و مادّی پہلو اور دینی و اخلاقی پہلو دونوں کے برابر لحاظ سے نظام بنتا جو جدید تعلیم یافتہ مغرب کی ترقیات و کامیابیوں کے غیر جانبدارانہ اور نافع پہلوؤں پر اور مشرقی اسلامی تعلیمات کے ضروری اور دائمی پہلوؤں اور حدوں پر حاوی ہوتا، اس سے ملّت اسلامیہ دوسری قوموں کے درمیان اپنے صحیح اسلامی تشخص کے ساتھ عصر جدید کی قابلیتوں اور مہارتوں کے ساتھ ابھرتی اور دوسری قوموں کے سامنے اس کو نظر جھکانے کی ضرورت نہ پڑتی، اور وہ اپنے ماضی کی عظمت کو دہرا سکتی، تعلیم انسان سازی کا بہت بڑا ذریعہ ہے اگر اس میں قوم کی ضرورتوں اور اس کی قدروں کا پورا لحاظ نہ رکھا جائے تو قوم کی شایانِ شان تشکیل کی صحیح صورت نہیں۔

تعلیم کے نظام کی تشکیل میں یہ ضروری ہے کہ قوم کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے، چنانچہ اس کی مادّی اور جسمانی ضروریات اس کی اجتماعی و تمدنی ضروریات اور اس کی دینی و اخلاقی اقدار ان تینوں پہلوؤں کی رعایت کے

www.abulhasanalinadwi.org

بعد ہی تعلیم کے خاطر خواہ نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

اسکے لیے تعلیمی نظام کی تشکیل میں خاص توجہ موضوعات و مضامین کی طرف اور ان میں کارفرما روح و جذبہ کی طرف دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ موضوعات و مضامین جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو دیکھنا ہوتا ہے کہ کون کون پہلو کس کس اہمیت کے مالک ہیں یہ پہلو کچھ تو جسمانی بقاء و راحت و صحت کے ہوتے ہیں ان کے لیے زمین میں پائی جانے والی اور زمین سے نکلنے والی اشیاء کو جس میں جمادات نباتات و حیوانات شمار ہوتے ہیں سمجھنے اور ان کی بہتر سے بہتر معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، کچھ پہلو آپس کی زندگی اور سماجی نظام سے تعلق رکھتے ہیں ان میں آپس میں ایک دوسرے سے ربط و تعلق اور اجتماعی زندگی کو بہتر محفوظ اور مفید طریقہ سے گزارنے کا معاملہ ہوتا ہے اس میں تاریخ و تمدن و سماجی علوم داخل ہیں اور ایک دوسرے سے واقف ہونے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے مفید علوم آتے ہیں، کچھ پہلو مذہبی و اخلاقی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ان میں اپنے خالق و رب کو پہچاننے اور اس کو راضی کرنے اور اس کے بھیجے ہوئے احکام کی پابندی کرنے اور زندگی کے اعمال کو ان سے مربوط کرنے کے متعلق ہدایات و تعلیمات سے تعلق رکھنے والے مضامین ہوتے ہیں، تعلیمی نظام کو اپنے مکمل دائرے میں ان سب پہلوؤں کو سمیٹنا ہوتا ہے۔ اور یہ سب پہلو تعلیم کا موضوع بنتے ہیں اور تعلیم کے عمل میں ان کو کم و بیش اپنایا جاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہر قوم اپنے افراد کی ان مذکورہ بالا ضرورت کو سامنے رکھ کر علوم و معارف کا انتخاب اور ان کی علاحدہ علاحدہ مقدار کا تعین کرتی ہے اور اسی انتخاب و تعین کے اعتبار سے تعلیم کا نصاب طے کرنا چاہیئے۔ البتہ ایک قوم کا دوسری قوم سے اس انتخاب اور اس کی مقدار کے تعین میں فرق ہوتا اور ہو سکتا ہے۔

زندگی کے مذکورہ بالا پہلوؤں میں سے اول الذکر پہلو جس کا انسانی زندگی کے جسمانی و مادی بقاء اور راحت و ترقی سے ہے سب قوموں اور انسانوں کا مشترک پہلو ہے اس سے تعلق رکھنے والے علوم و معلومات سے زندگی کی بقاء و صحت کے وسائل کو بہتر سے بہتر بنانے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا کام لیا جاتا ہے ان میں ترقی مادی ترقی کی ضامن بنتی ہے اور اس کی ضرورت سب کے لیے یکساں ہے، ثانی الذکر پہلو سماجیات کا ہے اس میں ہر قوم و ہر طبقہ اپنی اقدار و مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے فائدہ اٹھاتا ہے اور ترقی دیتا ہے اور اس میں کوئی بھی جماعت اور گروہ اپنے نظریات اور اپنے ثقافتی ورثہ کو نظر انداز نہیں کرتا اس میں دوسروں کے علمی و ثقافتی سرمایہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے لیکن ایسا نہیں کیا جاتا کہ کوئی قوم آنکھ بند کر کے دوسری قوم کی قدروں اور تقاضوں کا نصاب تعلیم اختیار کر لے اور اس کو عین اپنی ضرورت کا اور امنگوں کے مطابق سمجھے یا اس موضوع کے نصاب میں صرف اپنے ماضی کے اندر محدود رہ کر سوچے اور تعین کرے اپنے حال کی ضرورت کو نہ دیکھے یا صرف اپنی حالیہ ضرورت پر نظر کو مرکوز کرے ماضی پر نظر نہ ڈالے بلکہ اس کو نظر انداز کر کے نصاب طے کرے اور

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے مستقبل کو بھی نہ دیکھے صرف اپنی حالیہ ضرورت تک سب کچھ محدود رکھے۔
زندگی کا تیسرا پہلو مذہبی تعلیمات کا ہے۔ یہ وہ پہلو ہے جس سے مغربی نقطہ نظر یکسر دست کش ہو گیا ہے بلکہ اس کو ناقابل اعتناء اور قابل رد قرار دیدیا ہے لیکن یہ وہ پہلو ہے جو انسان کو اس کے طرز زندگی میں حیوان سے انسان بناتا ہے اور اسی سے انسان کی انسانیت استوار ہوتی ہے اور مسلمان کے لیے یہ زندگی کے ہر دیگر پہلو سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ابلاآباد کی زندگی کا اسی پر انحصار ہے لہٰذا اس کو نظر انداز کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ مغرب کے فکری انقلاب سے قبل ہر قوم اپنے مذہبی اور اخلاقی ورثہ کو سامنے رکھ کر اپنے نصاب تعلیم کو تشکیل دیتی رہی ہے اور موضوعات کے انتخاب میں اس کی رعایت رکھتی رہی ہے۔ نصاب تعلیم کی تشکیل کا جب بھی مسئلہ اٹھے گا اس کے لیے موضوعات کے انتخاب اور تعین کا معاملہ پہلے آئے گا، اس کے تنوع کو سامنے اٹھتے ہوئے اپنی قوم کی ضرورت اور مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے انتخاب کرنا ہوگا یہ طے کرنا ہوگا کہ کیا پڑھایا جائے اور کتنا کتنا اور کس مقصد سے پڑھایا جائے، تعلیم کے نتائج اور اس سے صحیح فائدہ درحقیقت ان دو باتوں سے گہرا تعلق رکھتا ہے موضوعات کے انتخاب میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں کے ذاتی، قومی، ملکی اور مذہبی ضروریات اور حالات کیا ہیں، یہ امر ایسا ہے کہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو انفرادی اور سماجی ضرورتوں اور اپنے اردگرد کے حالات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور غیروں کی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر ان کی محض نقل میں مبتلا نہیں ہو جاتے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کی تعلیم کے معاملات میں کسی دوسری قوم کو مکمل نمونہ سمجھ کر اس کی مکمل نقل کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ ایسی ملت ہیں جو ایک طرف دین کے احکام اور زندگی کے صحیح و طبعی تقاضوں کے مابین ہم آہنگی قائم رکھتے ہوئے پورا کرنے پر مامور ہیں وہ ماضی میں شاندار تمدن اور علمی و تعلیمی عظمت کے صدیوں مالک رہے ہیں لہٰذا مسلمان کو اپنے ماضی کے تجربات و تحقیقات اور مذہبی و ثقافتی اقدار اور حال کی ضرورت اور انکشافات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا علمی و تعلیمی نظام طے کرنا چاہیے۔ اور یہ وہ پہلو ہے جس کے سلسلہ میں تعلیم کی اہمیت تسلیم کرنے والوں اور اس کے لیے کوشش کرنے والوں کی طرف سے پورا انصاف نہیں ہو سکا ہے اور اس کی طرف سے بے توجہی کی وجہ سے ہندوستان و دیگر ممالک میں جہاں مسلمانوں کی معتدبہ تعداد رہی ہے دو علاحدہ علاحدہ دھارے بن گئے اور یہی نہیں کہ وہ دو دھارے بنے بلکہ ان دونوں کے درمیان تعاون کی فضا قائم نہیں ہو سکی وہ دونوں دھارے الگ الگ بہنے لگے بلکہ ان میں ٹکراؤ بھی ہوا، یہ دو دھارے ایک تو خالص دینی تعلیم کا اور دوسرا خالص دنیاوی تعلیم کا رہا، ایک نے دوسرے کو غیر سمجھا اور آپس میں تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کی، اہل دین نے اسلامی شریعت کی حفاظت اور اسلامی تشخص کے بقاء کے دائرے میں کام کیا اور اس سلسلہ میں جو عظیم خدمت انجام دی وہ اس کے دائرے میں بہت ہی اہم اور ضروری تھی جس کی ناقدری نہیں کی جا سکتی کیونکہ ان ہی کی کوششوں سے آج کا مسلمان

www.abulhasanalinadwi.org

اپنا ایک تشخص رکھنے والا مسلمان ہے اور بصورت دیگر وہ دیگر قوموں کے درمیان ایک غیر متعین خصوصیات کا صرف ایک فرقہ ہوتا۔ ان علماء کے بالمقابل برطانوی تمدن اور اس کے نظام تعلیم سے متاثر رہنماؤں نے اپنی نظریں صرف موجودہ حال پر اور مغرب کی عظیم ترقیات پر مرکوز رکھیں اور مغرب کی ترقی دیکھ کر اس سے ایسے مرعوب ہوئے اکثر نے صرف اسی فلسفہ و نظام کے دائرے کے اندر محدود رہتے ہوئے تعلیم کا نقشہ بنایا، انھوں نے ان امور میں بھی مغرب کی نقل کو ضروری سمجھا جن کا تعلق مغربی قوموں کی صرف اپنی مخصوص تہذیبی قدروں سے تھا جن کا ان کی ترقی اور کامیابی سے اصل واسطہ نہ تھا، چنانچہ ان کے اس طریقہ کار سے ایک طرف تو مسلمانوں کے شاندار ماضی کی بنیادی خصوصیات کو نقصان پہونچا دوسری طرف مغربی قوموں کے سامنے ان کی شدید مرعوبیت کا اظہار ہوا اس مرعوبیت نے ایک تو یہ نقصان پہنچایا کہ انھوں نے مغربی انسان کو انسان برتر کی حیثیت دی اور اس کے معاملہ میں اپنی قوم کے فرد کو انسان کہتر سمجھتا، یہ اس برتری اور کہتری کے احساس تھے جس نے مغربی نظام تعلیم سے وابستہ ہر مسلمان شخص کی نظر میں ہر مغربی انسان کو آئیڈیل بنا دیا مغربی انسان کا لباس اس کی وضع قطع اس کا ذوق اکل و شرب سماجی حقوق کے سلسلہ میں اس کے تصورات، مغربی انسان کی سرفرازی اور بلندی کا تصور یہ سب اس کے نتیجہ میں اس میں آگیا۔ اور اس کے ذیل میں اسلامی معاشرہ کی وہ خوبیاں بھی جو اسلام کا عظیم الشان عطیہ ہیں اس کی نظر

www.abulhasanalinadwi.org

میں فرسودہ اور حقیر بن گئیں، دین و شریعت کے علم میں مہارت پیدا کرنے والے اور اسلامی تشخصات کو سینہ سے لگانے والے کی عزت اتنی بھی نہیں رہی جتنی میوزیک یا ڈرامہ کے کسی ماہر کی ہوتی ہے۔ اس کی نظر میں انسانی قدروں کے پابند غریب انسان کی وہ عزت نہیں ہوتی جو ایک دولت مند انسان کی ہوتی ہے جس کا انسانی قدروں سے دور کا تعلق نہ ہو۔

اس کی بڑی وجہ یہ رہی کہ سامراجی حکومت نے ہمارے عصری مدارس کو جو نصاب دیا انگریزی زبان و ادب اور سماجی و انسانی علوم پر زور زیادہ تھا بلکہ وہی چھائے ہوئے تھے۔ اور ان کی تشکیل مغربی تصور کے مطابق کی گئی تھی، ان کو پڑھنے سے آدمی خواہ کتنا ہی تعلیم یافتہ ہو جاتا ہو لیکن اپنی مشرقی قدروں اور اسلام کی حقیقتوں اور اس کے ماضی سے برگشتہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ہمارے عصری درس گاہوں میں پڑھے ہوئے افراد میں پیدا ہوتا رہا، اس کی اصلاح کی ضرورت تھی، اور دراصل ضرورت اس بات کی تھی کہ نصاب تعلیم ایسا رکھا جائے کہ اس میں ایک طرف تو مغرب کے تحقیق کردہ اور تجربات میں لائے ہوئے طبیعاتی موضوعات، سائنس کے فطری و عملی علوم ہوں جو زندگی کو بہتر بنانے کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اور جائز مادی طاقت کے حصول کے لیے ضروری ہیں، دوسری طرف اس میں سماجی و انسانی علوم ہوں جو زندگی کے معاملات کو سمجھنے اور برتنے کے لیے ضروری ہیں۔ لیکن یہ سماجی و انسانی علوم ان

www.abulhasanalinadwi.org

تصوّرات سے آزاد بنائے جائیں، جو اسلام اور مسلمانوں کی صورت کو مسخ کرتے ہیں، اور جو مغربی باشندوں کے ذہنوں کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرنے کے جذبہ سے مرتب کئے گئے ہیں، اور یہی وہ پہلو ہے جس میں ہمارے عصری ادارے بڑی کوتاہی میں مبتلا ہیں۔ جس کا نقصان یہ ہے کہ ان کے تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام کے سلسلہ میں احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اسلامی تصوّرات اور اخلاق کے حامل مسلمانوں کو قدامت پرست اور ناسمجھ محسوس کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان علوم کو چھان اور صاف کر کے تعلیم کا جزو بنایا جائے۔ بلکہ ان میں مزید بہتری پیدا کی جائے تاکہ اسلام کو جو صداقت اور مسلمانوں کی انسانی و اخلاقی قدروں کو جو برتری حاصل ہے اس پر یقین کر سکیں۔ اور دوسروں کو بھی یقین دلا سکیں۔ اور خود ایک مضبوط معاشرہ بن سکیں، اس کے ساتھ ایک مزید قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ مغرب نے زبان و ادب کی راہ سے اثر ڈالنے اور تصوّرات بدلنے کا ایک بڑا ذریعہ تعبیر و حسن بیان کا اختیار کیا جس کو ادب و ابلاغ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ابلاغ کو انگریزی میں میڈیا اور عربی میں اعلام کے الفاظ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ صنف صحافت، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کے ذریعہ عامۃ النّاس پر غیر معمولی طریقہ سے اثر انداز ہونے کا طاقتور ذریعہ ہے۔ اس کا طرز دلچسپ ہوتا ہے اس کی طرف طبیعتیں کھنچتی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا گھر گھر اور ہر جگہ عمل دخل ہو گیا ہے اور ہوتا جا رہا ہے اور اس کو مغربی مفکرین اور سیاسی لوگوں نے بہت ترقی دے کر زیادہ سے زیادہ پرکشش بنا دیا ہے۔ چنانچہ دنیا وہ سنتی ہے جو ابلاغ والے سنانا چاہتے ہیں، وہ دیکھتی ہے جو وہ دکھانا چاہتے ہیں، وہ اس طریقہ سے بڑی سے بڑی تعداد کے ذہنوں کو بدل دیتے ہیں، ان کی پسند ناپسند پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پرانی قدروں اور عقیدتوں کو ختم کر کے نئے رجحانات پیدا کر دیتے ہیں۔

اس طرح اخلاق و تصورات کے لیے اس نے ایک بڑے فتنہ کی شکل اختیار کر لی ہے، اس سے مسلمانوں کی سوسائٹی کے اخلاق و کردار کو اور اقدار و عادات کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے، یہ مغرب کے اہل علم و ادب کی طرف سے اسلام پر ایک طرح سے حملہ ہے،

مسلمانوں کے متعلق ان مذکورہ اصناف کے ذریعہ عامۃ الناس میں خراب تصور پیش کیا جاتا ہے۔ اور اسلام کے متعلق بڑی غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اس کا مداوا بہت ضروری ہے، یہ مداوا ہم کو ادب اور ذرائع ابلاغ کی طاقت ہی سے کرنا ضروری ہے۔ اس لیے اس فن سے مہارت حاصل کرنا اس کا مفید استعمال کرنا ہوگا۔

اب جب کہ ملک آزاد ہو چکے ہیں مسلمانوں میں تعلیم کے اوسط کی کمی کا احساس رکھنے والے اور تعلیم کو بڑھاوا دینے کی آواز دینے والے موجود ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت ہے کہ تعلیم کو نہ صرف عام کیا جائے بلکہ اس کو ملّت اسلامیہ کی تعلیم بنایا جائے۔ اس کا نصاب و انتخاب محض باہر سے درآمد کیا ہوا یا اپنے سے مختلف مقصد و مزاج کے دائروں سے بجنسہٖ ماخوذ کیا ہوا نہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

مذہبی تعلیم

ہندوستان کے مدارس دینیہ اور انکا نصاب

مدارس عربیہ کا نصاب دراصل مسلمانوں کی گذشتہ صدیوں میں رائج نصاب درس سے ماخوذ رہا ہے، یہ قدیم نصاب اگرچہ گذشتہ صدیوں میں حالات اور تقاضوں کے مطابق بدلتا رہا تھا اور مضامین کے سلسلہ میں کمی و بیشی کا عمل جاری رہا تھا لیکن معقولات کی جو اہمیت جو تھی پانچویں صدی ہجری سے عالم اسلام کے علمی حلقوں میں پیدا ہو گئی تھی وہ اس میں جاری رہی اس کے اثر سے ذہنوں میں بحث و جدل کا مزاج بنتا تھا، اور عملی اور تجربی علوم کی رغبت کم ہوتی تھی نیز علوم دینیہ میں بھی معقولی اسلوب بیان داخل ہو گیا تھا، چنانچہ علوم دینیہ کی بھی جو کتابیں تصنیف ہوئیں ان کا طرز بیان معقولات سے متاثر رہا۔

برصغیر میں بھی گذشتہ صدیوں میں یہی طرز غالب رہا۔ اخیر میں درس نظامی کے نام سے جو نصاب رائج ہوا وہ اصلاً ملا نظام الدین فرنگی محلی کا اختیار کردہ تھا، اور اس میں معقولات کو وسیع مقام دیا گیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں علوم دینیہ میں حدیث کو بھی وہ وسعت حاصل نہیں تھی جو اس کے لائق و مناسب تھی۔ لیکن اس کمی کو متعدد علماء حق نے محسوس کیا جن میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی کی توجہ کا بڑا حصہ تھا، چنانچہ علماء حق کی اس توجہ سے صحاح ستہ کی تعلیم کو خاصی اہمیت حاصل ہوئی اور نتیجتاً ان کو بالاستیعاب ایک سال میں پڑھا دینے کا سلسلہ شروع ہوا جو تمام مدارس دینیہ میں رائج ہو گیا۔

مذکورہ بالا گذشتہ عہد پوری اسلامی دنیا کے لیے سخت انحطاط اور علمی لحاظ سے جمود کا زمانہ تھا، مغربی قومیں ترقی کر رہی تھیں اور مشرقی قوموں پر غالب آتی جا رہی تھیں، مسلمانوں نے مفید اور تقاضائے وقت کے مطابق اپنے کو تیار کرنے اور ضرورت کے علوم و معارف سے واقف ہونے کی طرف توجہ ختم کر دی تھی اور نصاب درس کے معاملہ میں بھی کسی بڑی تبدیلی کے لیے اپنے کو تیار نہیں کر پا رہے تھے۔ ایسے میں مغربی قوموں کے غلبہ نے اور بھی خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ ہندوستان میں مغلوں کا چراغ ٹمٹمانے لگا تھا، اور ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو زندگی کے مختلف میدانوں میں ابھرنے اور اپنی صفیں مضبوط کرنے کا موقع ملے۔ اس کے لیے تعلیم بہت بڑا عامل تھا جس کو درست کرنے اور وقت کے مطابق بنانے کی ضرورت تھی لیکن وہ جمود اور محدودیت کا شکار تھی۔

لیکن پھر بھی مغلیہ سلطنت کے کمزور ہونے کے سبب سے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی اسلامی زندگی کو عقائدی اور اخلاقی سطح پر جو زبردست چیلنج کا سامنا کرنا پڑنے لگا تھا، اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اس وقت کے علماء و مصلحین نے جن میں خاص طور سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے ذی علم افراد تھے خاص توجہ صرف کی، اور اس جد و جہد کو اس وقت کے جو علمی و تعلیمی بنیاد درکار تھی، وہ مہیا کی، ان کی کوشش سے علم و تعلیم سے جو دلچسپی بڑھی اسی کے بموجودہ دینی مدارس کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان کے لیے اس وقت جو نصاب تعلیم اپنایا گیا اس میں کتاب اللہ و سنّت رسول اللہ کی صحیح اور مؤثر تعلیم مسلمانوں کے زوال پذیر معاشرہ کو اسلامی بنانے کی ضرورت کے لائق مضامین و کتب نیز عقائد صحیحہ کو غلط اور گمراہ طریقے سے پیش کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والے علوم بھی شامل کیے گئے، ان کے اور علوم شرعیہ کے ساتھ حسب سابق علوم عقلیہ و آلیہ کو بھی شامل نصاب رکھا گیا، اس نصاب کو تقویت و رواج زیادہ تر دارالعلوم دیوبند میں اس پر عمل کیے جانے سے ہوا۔ دارالعلوم دیوبند جس کو اپنے وقت کے عظیم عالم دین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے پروان چڑھایا اور ان کے رفقاء کے تعاون سے اس کو عظمت و شہرت حاصل ہوئی وہ سب حضرات اپنے وقت کے شیوخ اور بزرگ تھے۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی اور ان کے بعد کے بزرگ علماء مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب قاسمی وہ بزرگ

www.abulhasanalinadwi.org

علماء تھے کہ جن کے کام اور اقدام میں اثر و برکت تھی وہ کسی معمولی سے معمولی نصاب کو چلاتے تو اس سے بھی مؤثر نتائج نکلتے کیونکہ ان کی بات میں اثر تھا، ان کی ہدایت و نصیحت میں اثر تھا، ان کی تعلیم و تربیت میں اثر تھا، ان کے اثر سے ہی دار العلوم دیوبند کو دور دور تک شہرت ہوئی اور وہاں آنے والے طلباء درس گاہ کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ وہاں کے ان عالی قدر مدرسین سے ہمت و قوت و جذبہ حاصل کرتے رہے جو ان کی عملی زندگی میں دوسروں کے فیض کا بھی باعث بنا رہا۔ لیکن جہاں تک نصاب کا تعلق تھا اس میں وقت اور حالات کے لحاظ سے جو کمی پائی جاتی تھی اس کو دور کرنے سے وہ نصاب اور زیادہ مفید اور ملت کی ضرورت کو پورا کرنے والا بن جاتا جس کو تقریباً محسوس نہیں کیا گیا۔

حالانکہ تفسیر و حدیث و فقہ جو علوم عالیہ کے عنوان میں داخل تھے ان میں تغیر و تبدل کی ضرورت نہ تھی البتہ علوم آلیہ نحو و صرف و ادب کی تعلیم میں نئے تجربوں میں آئے ہوئے طریقہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ اور علوم عقلیہ کی مقدار میں فرق کر کے ملت کی ضرورت کے علمی و اجتماعی پہلوؤں سے تعلق رکھنے والے مضامین کا ضروری حصہ داخل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن بزرگوں کی برکت سے جو نفع حاصل ہو رہا تھا اس کی روشنی میں مذکورہ بالا ضرورت کو ٹھیک سے محسوس نہیں کیا جا سکا اور اسی نصاب کو برابر قائم رکھا گیا۔ اس کے اثر سے اس نصاب تعلیم کے

www.abulhasanalinadwi.org

یہ مشتملات تقریباً تمام مدارس اسلامیہ دینیہ میں رائج رہے، اس نصاب میں زیادہ اور تفصیلی طریقہ سے زور صرف چار موضوعات پر دیا گیا، ایک حدیث دوسرے فقہ تیسرے تفسیر اور چوتھے معقولات و قواعد عربی پورا نصاب تقریباً ان ہی چار موضوعات پر مشتمل رکھا گیا، اس نصاب کو پڑھ کر انہی علوم میں جید علما پیدا ہوئے جنھوں نے اسلامی عقائد کی ترویج کی اور مسلمانوں کی زندگی کی اصلاح کی، اور گمراہ کرنے والے لوگوں کی کوششوں کا مقابلہ کیا، اور ان کا ابطال کیا، آج ملک میں عقائد صحیحہ کے بقاء اور صحیح مذہبی زندگی کے رواج میں ان اسلاف کی ان کوششوں کو بڑا دخل ہے، یہ وقت جبکہ ملک میں انگریزوں کا عمل دخل بڑھ رہا تھا، اور ان کی حکومت سے مسلمانوں کے لیے بڑے خطرات محسوس کیے جانے لگے تھے، اسلام وملت اسلام کے تحفظ کے لیے جو کوششیں جاری تھیں، ان کے لیے بھی خطرات پیدا ہونے لگے، یہ بدیسی حکومت مسلمانوں کے ملکوں میں سیاسی سطح پر نہ صرف یہ کہ اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہی تھی بلکہ تہذیبی اور علمی طور پر بھی سخت اثر انداز ہو رہی تھی، اس کی تہذیب کا غالب قوم کی تہذیب کی حیثیت سے اثر پڑنا شروع ہو گیا تھا، انھوں نے اپنے سامراجی مقاصد سے، ذہنوں کو بدلنے اور اپنی مصلحتوں کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اپنا مخصوص تعلیمی نظام بنایا، اور اس کو رائج کیا، چونکہ اس تعلیمی نظام سے دنیاوی وجاہت اور ترقی حاصل ہوتی تھی اس لیے باوجود اس کی مضرتوں کی طرف توجہ دہانی کے مسلمانوں کی نئی نسلوں کے لیے یہ نظام تعلیم قابل قبول

www.abulhasanalinadwi.org

بٹتا گیا، چنانچہ نئی نسلوں کے لوگ اس کی طرف غول در غول جانے لگے، اس طرح جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تذکرہ ہو چکا ہے۔ مسلمانوں میں دو نظام تعلیم جاری ہو گئے، ایک کا محور خالص علم دین تھا، دوسرے کا محور خالص دنیا، یہ دو دھارے بن گئے، دینی تعلیم کا دھارا صرف دینی اور دنیاوی تعلیم کا دھارا دنیاوی دائرے میں چلنے لگا۔

علمائے اسلاف نے اسلامی زندگی کی حفاظت اور عقائد صحیحہ کی ترویج و دفاع کے لیے اپنے نظام تعلیم میں جو حق رکھا تھا، اس میں اصلاً گمراہ فرقوں اور علمائے سوء کے مقابلہ کا انتظام تھا، چنانچہ اپنے اس تعلیمی نظام سے اس کے لائق علماء نیار کیے جن کی بڑی دینی خدمات ہیں۔ لیکن استعماری طاقت کے اثر سے نئے گمراہ کن فکری رجحانات اور اسلامی ثقافت و مذہب کو نقصان پہنچانے اور ذہنوں سے ان کے اثرات ختم کرنے کی کوششوں کے مقابلہ کے لیے اس نصاب میں انتظام نہ تھا، مثلاً تمدنی علوم، قوموں کی تاریخ نیز مؤثر و رائج زبان سیاست و اقتصاد و جدید علوم کا کوئی نظم نہ تھا کہ اس کے ذریعہ دشمن کے تفوق کا مقابلہ کرنے کے اوزار ملتے البتہ اس کمی کو ان میں سے متعدد علماء نے محسوس کیا اور حتی الوسع اس پہلو کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی، ان کی اس فکر و توجہ سے مسلمانوں کے نصاب میں اس کی ضرورت کے لیے جگہ نکالنے کی کوشش شروع ہوئی، یہ کوشش ایک دعوت و فکر کی صورت میں ظاہر ہوئی اور ندوۃ العلماء نامی ادارہ کے نام سے اس نے کام شروع کیا، یہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء کا زمانہ تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی تجاویز نصاب میں فکری و ثقافتی و انسانی ضرورت کے مضامین اور عہد کے مطابق زبان و ادب کی صلاحیت پیدا کرنے والے موضوعات بھی پیش نظر رہتے اس دائرے میں عربی زبان کو وسیع اور اہم جگہ دی گئی تھی، تاکہ اس میں ایسی قابلیت پیدا کرنا ممکن ہو جو ملت اسلامیہ کے مختلف علاقوں کے درمیان ربط کا ذریعہ ہے اور علوم اسلامیہ سے گہری واقفیت کا وسیلہ بننے کے ساتھ دعوتی زندگی میں استعمال بھی کی جا سکے، کیونکہ عربی زبان اسلام کی بنیادی زبان ہونے کے ساتھ مسلمانوں کی درمیانی واسطہ کی زبان بھی ہے جس پر علماء کو عملی عبور رکھنا ضروری امر ہے، ثقافتی و انسانی ضرورت کے موضوعات میں تاریخ رکھی گئی، تاریخ درحقیقت ایک وسیع الاطراف موضوع ہے جس میں قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ، ثقافت و تمدن کی تاریخ، دعوت و فکر اسلامی کی تاریخ استعماری طاقتوں کی سیاسی قوت اور علمی و فکری غلبہ کی تاریخ، مسلمانوں کے آغاز تمدن و غلبہ کی تاریخ، پھر ان کے زوال و شکست خوردگی کی تاریخ جس میں ان کے اسباب و پس منظر شامل ہیں، تاریخ کے علاوہ علمی و فکری میدان میں اس صلاحیت کا پیدا کرنا، جس سے قرآن و حدیث، سیرت طیبہ پر مستشرقین کے شرارت آمیز حملوں کو سمجھنے اور پھر ان کا علمی جواب دینے کے قابل بنایا جا سکے اور ایسے مفکرین و داعی پیدا کیے جائیں جو دین کا دفاع ہی نہیں بلکہ علم و تحقیق کی راہ سے حملہ آوروں کو شکست دے سکیں، اس کے لیے اپنے مقابل کی زبانوں سے ضروری واقفیت اور استعمال کی قدرت درکار ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے لیے ایک طرف خود اپنے ملک و قوم میں رائج الوقت زبان پھر یورپ کی غالب قوم کی زبان سے واقفیت، جس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو فرسودہ اور افکار رفتہ بلکہ احمقانہ بات قرار دینے کا عمل جا بجا ہو رہا تھا، پھر صرف غیر ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی نئی نسل کی اکثریت غالب قوم کی زبان کے ذریعہ متاثر ہو کر ان کے خیالات کو اپنا رہی تھی اس پر عبور حاصل کر کے مسلمانوں کی نئی نسل کی تعلیم یافتہ اکثریت کو ان منحرف خیالات و معلومات سے بچانے کا کام انجام دیا جا سکتا تھا، اس میں ثقافت و ادب پر عبور حاصل کرنے کے ساتھ انگریزی زبان و ادب سے واقفیت کی بڑی اہمیت تھی، زبان کے علاوہ اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والی ضروری علمی معلومات جیسے جغرافیہ اور عمرانی و ثقافتی علوم اور دیگر اہم عصری موضوعات بھی ضروری تھے، ملک کے بدلتے ہوئے حالات یہ بتا رہے تھے کہ کسی بھی زندہ قوم کے نصاب تعلیم میں ان مذکورہ بالا پہلوؤں کو نظر انداز کرنا قوم کو اس کی باعزت زندگی سے محروم رکھنے کے مساوی ہے اور قوم کو قائدانہ صف کے بجائے پچھلی صف میں تابع بن کر رکھنے کی طرف لے جانے والی بات ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نصاب کی تشکیل میں
وسیع النظری کی ضرورت

نئے عہد کی ترقیات اور جدید علوم کے رواج سے یہ بات حقیقت بن گئی ہے کہ بغیر ان علوم کو جانے ان کے شر کا مقابلہ اور اپنی دینی اور اخلاقی اقدار کا دفاع کرنا دشوار ہے۔ کوئی بھی قوم ہو اپنے صرف مخصوص علمی دائرے کے اندر محدود رکھے گی تو دوسری قوموں اور ان کی ترقیات سے ناواقفیت کی بنا پر نقصان اٹھائے گی مزید یہ کہ دوسری قومیں جن راہوں اور ذریعوں سے ترقی کر کے دوسروں پر غالب آ رہی ہیں ان سے ناواقفیت پر اس قوم کو نہ صرف خسارہ میں رہنا پڑے گا بلکہ ان غیروں کا دست نگر اور تابع مہمل بننا پڑے گا۔ عالم اسلام کی قومیں کئی صدیوں سے اس احساس میں مبتلا رہی ہیں اور ابھی کچھ تھوڑی بیداری کے باوجود اس ورطہ سے نہیں نکل سکی ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

وہ اہل دین، جن کی قیادت و رہنمائی میں وہ جامع اور مؤثر رہنمائی بنتی ہے جس کے اثر سے مسلم قوم عظمت و قوت کے میدان سر کر سکتی ہے، وہ عظمت و قوت کے حصول کے لیے قدیم اختیار کردہ ذرائع کو مقاصد کا درجہ دینے لگے ہیں اور ذرائع کے معاملہ میں روز افزوں تجربوں سے جو تبدیلی اور بہتری کی صورتیں پیدا ہو رہی ہیں، ان کو اختیار کرنے سے گریز کر رہے ہیں علم و ثقافت کے میدان میں اس عہد اخیر میں جو توسع پیدا ہو چکا ہے اس کو بھی ہمارے اہل دین اپنے نظام تعلیم میں نظر انداز کر رہے ہیں اس کی وجہ سے دینی نظام تعلیم کے بقاء و کامیابی کے سلسلہ میں بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہم کو علم و ثقافت کی اس وسعت کو سمجھنا اور اس کے ضروری حصہ کو کر لینا ہوگا۔ اس کے لیے اس وقت علم و ثقافت میں جو وسعت پیدا ہو گئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے نظام درس کے تمام علوم و مضامین کی اصناف طے کر کے ان میں سے ہر ایک کی ضرورت و اہمیت کے لحاظ سے اس کو نظام تعلیم میں جگہ دینا ہوگی اور ان کی الگ الگ مقدار متعین کرنا ہوگی۔ کسی علم و مضمون کو وسیع اور بنیادی درجہ دینا ہوگا اور کسی کو صرف ضمنی اور متعلق کا درجہ دینا ہوگا۔

اسکول ہوں یا مدارس، یونیورسٹیاں ہوں یا جامعات اسلامیہ، سب کو اپنے مقصد کے مطابق ہی علوم و مضامین درس کی تعیین و ترتیب کا عمل کرنا ہوتا ہے، عصری اسکول اور یونیورسٹیاں تعلیمی عمل سے کامیاب اور کارپرداز

www.abulhasanalinadwi.org

شہری تیار کرنے کا مقصد رکھتے ہیں، وہ ایک کامیاب وکار پرداز شہری کے لیے جن علوم کی جو اہمیت اس کی انفرادی ضرورت کے لیے اور عام قومی و وطنی ضرورت کے لیے ہوتی ہے اس اہمیت اور ضرورت کی مقدار کے مطابق ان علوم کو اختیار کرتے ہیں اور ان کی تعلیم کا اور ان کی تدریب کا نظم کرتے ہیں اس میں زبان و ادب، سماجی علوم اور سائنسی علوم کی بڑی شاخوں کو لیا جاتا ہے اگر یہ اسکول و کالج اسلام بیزار نہیں ہیں تو سماجی علوم کے اندر مذہبی و اخلاقی تعلیمات کو ایک چھوٹا سا حصہ دے دیتے ہیں اور اس کو کافی سمجھتے ہیں اور اگر مذہب بیزار ہیں تو مذہبی تعلیمات کو شامل ہی نہیں کرتے بلکہ ان کو مضر سمجھتے ہیں۔

مذہب پسند اسکول و کالج بھی یورپ سے متأثر ہونے کے باعث مذہبی تعلیمات کے لیے اپنے نظام میں بہت معمولی جگہ نکالتے ہیں، اس سے کسی حد تک مذہبی تعلیمات سے تعارف تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن مذہبی تعلیمات سے ضروری واقفیت نہیں ہوتی۔ ان کو بھی اپنے نظام تعلیم کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ استعماری طاقتوں کے چھوڑے ہوئے نظام میں وہ اپنی ضرورت و خصوصیت کے لحاظ سے ضروری ترمیم بھی ابھی تک نہیں کر سکے، اسی وجہ سے اس نظام تعلیم سے تیار ہونے والے لوگ مسلمان شہری کم، مغربی شہری زیادہ ہوتے ہیں پھر وہ شوکت و عظمت کے حامل مغرب کی عطا کردہ تعلیم کے حامل ہونے

www.abulhasanalinadwi.org

کے باعث ایک طرح سے زائد احساس برتری بھی رکھتے ہیں اس کی وجہ سے وہ علماء اور اہل دین کو علم و تعلیم کے مسئلہ میں خاطر میں نہیں لاتے اور ان کے تجربوں کو کم از کم واقفیت کے حصول کے لیے بھی ٹھیک سے معلوم کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے، یہ ان کی کمی ہے جس کی طرف ان کو توجہ کرنا چاہیئے۔

دوسری طرف ہمارے قدیم نصاب کے دینی مدارس میں جنھوں نے حالات زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے اپنے نصاب میں تجدید و توسیع نہیں کی ہے جس کے سبب ان کے فضلا زندگی کے ان شعبوں میں صحیح واقفیت سے محروم رہ جاتے ہیں جس میں واقفیت وقت کے اہم تقاضوں میں ہے۔

لیکن اس کے باوجود خالص دینی ضرورت اور صرف مذہبی علوم میں واقفیت کے دائرے میں ان کی افادیت غیر معمولی ہے اور ملک میں شریعت اسلامی کی حفاظت و بقاء کا اصل سہرا انہی فضلاء کے سر ہے، ان مدارس کے نصاب میں ان کے علوم سے مطابقت رکھنے والے مضامین کا اضافہ تو ضروری ہے لیکن ان کے ساتھ ٹکنیکل تعلیم کو ملانے کی دعوت دینا بے جوڑ بات ہے پھر ان مدارس کو ان کے محدود دینی دائرے میں رہنے دیا جائے تو کم از کم اس دائرے کی ضرورت کا نظم تو ان کے ذریعہ قائم رہے گا، جو بذات خود ایک بہت مفید بات ہے پھر ان مدارس کی تعداد پورے نظام تعلیم میں دو تین فیصد سے زیادہ نہیں ہے، اتنی تعداد سے زیادہ تو علوم عصریہ کے نظام میں ایک

www.abulhasanalinadwi.org

ایک صنف میں محدود ہو کر تعلیم حاصل کرنے والوں کی ہے مگر کوئی اعتراض نہیں کرتا کوئی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ میڈیکل کالج میں انجینئرنگ بھی سکھائی جائے یا انجینئرنگ کے شعبہ میں میڈیکل سائنس بھی پڑھائی جائے، قانون کے شعبہ میں آرٹ کی تعلیم بھی ضرور رکھی جائے، اسی صورت میں یہ مطالبہ کہ عربی اور اسلامی مدرسوں میں ٹکنیکل علوم باقاعدہ پڑھائے جائیں، ایک بے وزن قسم کا مطالبہ ہے، البتہ طبیعات کے مبادیات کو ان کے کسی مرحلہ میں شامل کرنے میں حرج نہیں، لیکن ان دینی مدارس میں ان کے بنیادی علم کو کم کر کے جن کا وہاں اختصاص پیدا کیا جارہا ہو، طبعی علم کو وسیع جگہ دی جانے کی بات کہی جائے تو یہ بغیر غور کے کہی جانے والی بات شمار ہوگی، البتہ دوسری طرف مدارس اسلامیہ عربیہ سے جو بات کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ قوم و ملت کی رہنمائی اور اس کی مذہبی و اخلاقی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ان مدارس میں جو آدمی تیار کیے جارہے ہیں ان کی ضرورت کے لائق مضامین کا انتخاب اور ان کی تعلیم کا بہتر سے بہتر طریقہ جو خواہ اپنوں کے تجربوں میں آیا ہو خواہ غیروں کے تجربے میں، ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ ان سے گریز اپنے نظام کو ناکام بنا دینے کے مرادف ہوگا۔

مدارس اسلامیہ عربیہ کے علوم کے اصناف کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان علوم کی اصناف بھی تین ہیں ایک مذہبی

www.abulhasanalinadwi.org

بنیادی علوم کی، دوسرے اسلامی ضرورت کے لسانی و سماجی علوم کی، تیسرے زندگی کے متعلق عام معلومات کی، یہ زندگی وہی ہے جس میں علماء دین اور رہبران ملت کو بھی رہنا ہوتا ہے کیا وہ ان کے بارے میں ایک ان پڑھ دیہاتی کی طرح رہنا چاہیں گے، اگر ایسا نہیں تو زندگی کی اس ضرورت کے تعلق سے ان کو واقفیت پیدا کرنا ہوگی اور جہاں تک سماجی علوم کا تعلق ہے تو وہ اسلامی تعلق کے لحاظ سے بھی، بڑی اہمیت کے ہیں اس سلسلہ میں ایک یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کی اسلامی فکر و ثقافت کو سائنسی علوم سے نقصان نہیں پہونچتا وہ تو تسلیم شدہ اور مشاہدہ سے ثابت حقائق ہوتے ہیں جو فطری ہیں وہ کسی مذہب سے متصادم ہوں تو ہوں اسلام سے کہیں متصادم نہیں ہوتے ہیں اصل نقصان تو سماجی علوم کو مخالفانہ یا معاندانہ انداز میں مرتب کرنے اور پیش کرنے سے ہوتا رہا ہے ہے اور ہو رہا ہے جن سے یورپ پورا فائدہ اٹھا رہا ہے اس طرح ادب و زبان سے اچھی واقفیت اور ان پر قدرت بھی ذہنوں کو جتنا متاثر کرتی ہے، دوسری صلاحیتیں مشکل سے اتنا اثر انداز ہوتی ہیں یورپ کی قومیں اور ان کے مشرقی شاگرد علوم و آداب کے میدان میں اس وقت جتنے قابو یافتہ ہیں وہ کوئی مخفی بات نہیں، پھر یہ مغربی ذہن کے لوگ سماجی علوم کی راہ سے مشرقی ذہنوں کو مسلمانوں کے سرمایہ فکر و ثقافت

www.abulhasanalinadwi.org

بلکہ عقائد و مسلّمات کے سلسلہ میں جتنا متزلزل کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں اس نے اسلامی فکر و عقیدہ کے لیے ایک بڑا خطرہ کھڑا کر دیا ہے، ان کی اکثریت اس میدان میں بھی ہے اور ذرائع ابلاغ و ادب کے میدان میں بھی ہے اور ان کو ان کی مہارت بھی زیادہ ہے، اس صورت حال میں اگر مؤثر اور طاقت ور ذرائع اختیار نہیں کئے گئے تو بنیادی دینی علوم کی حفاظت اور دفاع بھی زیادہ عرصہ تک نہ کیا جا سکے گا، دشمن کو اس کے ہتھیار سے ہی شکست دی جا سکتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہمارے نظام تعلیم میں سماجی علوم کا بھی حصہ شامل کیا جائے، اور عصری زندگی سے تعلق رکھنے والی ضروری معلومات بھی خواہ بقدر تعارف ہوں، رکھی جائیں اسی کے ساتھ زبان و ادب کو بھی وہ مقام دیا جائے، جس کی ضرورت حالیہ عہد کے لحاظ سے محسوس کی جا رہی ہو، مضامین کے اس تنوع و توسع اور درجہ بندی کے لیے تعلیمی مدّت بھی اسی کے مطابق کرنا ہوگا۔ اس کے لیے عصری تعلیم گاہوں کا ذمہ داری طریقہ اپنانا مناسب ہے، جہاں تعلیمی مدّت ابتدا سے انتہا تک ۱۶، ۱۷، سال کی ہوتی ہے۔ شروع کے پانچ سال ابتدائی کے، پھر تین سال متوسط کے، پھر دو تین سال ثانوی کے پھر چار سال عالی کے، پھر دو سال اعلیٰ و تخصص کے۔

ابتدائی و متوسط درجات میں ابتدائی دینیات اور زندگی کے

www.abulhasanalinadwi.org

متعلق عام بنیادی معلومات و مضامین پڑھانا موزوں ہے جو ان درجات کے طلباء کی عمر کے مطابق سہل الفہم ہوں، پھر ثانوی میں مضامین کچھ محدود کیے جائیں اور بنیادی ضرورت کے مضامین کو زیادہ وقت اور اہمیت دی جائے، اپنے اپنے مقصد کے مطابق ان کا تعین ہو، پھر عالی میں خالص اپنے مقصد کے ساتھ مخصوص مضامین ہی ہوں۔ مثلاً علوم دینیہ وسیع اور بنیادی طور پر اور سماجی علوم تھوڑے اور محدود ضرورت کے لیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جامع دینی تعلیم کا ایک تجربہ

(ندوۃ العلماء)

دراصل موجودہ بدلتی ہوئی دنیا کے پیش نظر ضرورت تھی کہ علوم دینیہ و اسلامیہ کی وسعت کا حق ادا کرتے ہوئے وقت کے تقاضہ کا خیال رکھا جائے، علوم اجتماعی میں متعدد علوم وسیع اور مفید علم بن چکے ہیں، جن سے عالمانہ واقفیت کے بغیر نہ تو ان سے پیدا ہونے والے اثرات کو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ مشرق پر اس کے جو گوناگوں منفی اثرات پڑ رہے ہیں ان کو سمجھا جا سکتا ہے، ایک مسلمان کو اگر اسلام سے نبرد آزما طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے، اور اپنے کو اپنی امت کو ان کے شر سے بچانا ہے، تو اس کو ان تمام موضوعات سے کسی نہ کسی حد تک واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے

ندوۃ العلماء کی اصلاح نصاب کی دعوت نے اپنے قیام ۱۸۹۳ء سے ہی وقت کے تقاضہ کے مطابق نصاب تعلیم کی تشکیل کی اہمیت کو محسوس کیا تھا، اور اس کی دعوت دی تھی، اس کے لیے اس نے علوم دینیہ کا پورا حق رکھتے ہوئے ضروری نئے موضوعات کو شامل کرنے کا خاکہ مرتب

www.abulhasanalinadwi.org

کیا اور نصاب بنایا، اور کام کی ابتداء کی لیکن اس کو جن وسائل کی ضرورت تھی وہ اس کو لوگوں کی طرف سے توجہ نہ ملنے اور تعاون کم دیئے جانے کی وجہ سے نہ مل سکے، چنانچہ رفتار سست رہی اور ضرورت کے تمام گوشے اپنائے نہ جاسکے پھر بھی اس کے اس تجربہ کے بتدریج نتائج سامنے آنے لگے، تو اس تجربہ کو قریب سے دیکھنے والوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے اور اس کے لحاظ سے قدم اٹھانے کی ضرورت کا احساس بڑھا، یہ اگرچہ خاصی تاخیر سے ہوا، لیکن پھر بھی یہ ایک خوش آئند عمل کہا جانے کا مستحق ہے۔

ندوۃ العلماء نے اپنے نصاب کے مضامین کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے، ایک علوم دینیہ، جو اس کے نصاب کا غالب حصہ ہیں، دوسرے لسانی مضامین، جن کو وقت اور ضرورت کے لحاظ سے قدیم وجدید دونوں پہلوؤں سے اپنایا گیا ہے، تیسرے علوم اجتماعیہ، جو اسلام اور ملت اسلام کے تعلق سے ضروری ہیں، ان تینوں اقسام میں زیادہ توجہ علوم دینیہ پر، پھر لسانیات پر، پھر علوم اجتماعیہ پر دی گئی ہے، علوم دینیہ کے دائرے میں قدیم مدارس عربیہ کے نصاب سے تقریباً پوری یکسانی ہے، اس کے مروجہ نصاب میں کتر بیونت نہیں کی گئی ہے، البتہ ان کو زیادہ وسیع مدت میں پھیلایا گیا ہے تاکہ وہ پورے ہوسکیں، اور ان کا حق زیادہ بہتر طریقے سے ادا ہوسکے چنانچہ کتب حدیث وفقہ اسی مقدار میں اور تقریباً انہی کتب کی صورت میں شامل نصاب ہیں جو مروجہ درس نظامی کے نصاب میں داخل ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

درس نظامی کے دورۂ حدیث کی کتب کو ایک سال کے بجائے تین سالوں میں پھیلایا گیا ہے اس سے قبل مشکوٰۃ شریف دو سال میں رکھی گئی ہے، پھر تین سال میں کتب صحاح رکھی گئی ہیں، فقہ میں مروجہ کتب کے ساتھ فقہ علی المذاہب الاربعہ سے بھی متعارف کرایا جاتا ہے، اس کے ساتھ مسائل حاضرہ کا تعارف بھی رکھا گیا ہے، تفسیر متن قرآن اور بیضاوی (البقرہ) پانچ سالوں میں مع اصول تفسیر داخل نصاب ہے، نغیر اور کمی کا عمل اصلاً علوم عقلیہ قدیم میں کیا گیا ہے، کیونکہ عہد اور تقاضے بدل جانے کی وجہ سے اب اسلامی علوم کی ترویج اور اسلامی فکر کا دفاع قدیم علوم عقلیہ کا زیادہ محتاج نہیں رہا، اب اس کی بڑی جگہ علم النفس ادب، اور لسانیات نے لی ہے، اس لیے منطق و فلسفہ کے صرف مبادی اور ضروری پہلوؤں سے تعارف کو شامل نصاب کیا گیا ہے، ضرورت جدید فلسفہ کو پڑھانے کی ہے، جس کا رواج جدید علمی دنیا میں بڑھا ہوا ہے، لسانیات کے دائرے میں عربی زبان کی وسیع علمی و عملی تعلیم و مہارت کے ساتھ اردو میں اور اس کے بعد انگریزی، فارسی اور ہندی زبانوں سے واقفیت پیدا کی گئی، عربی اردو کے بعد دیگر زبانوں میں انگریزی زبان کی تعلیم کو زیادہ وقت دیا گیا ہے اور اس کو بھی لازمی رکھا گیا ہے وہ ابتدائی مرحلہ کے بعد شروع ہوتی ہے اور عالی مرحلہ میں جاکر ختم ہوتی ہے، جہاں اس کے انٹرمیڈیٹ تک کا نصاب پورا ہوتا ہے، علوم اجتماعیہ میں تاریخ جغرافیہ، ثقافت اسلامی، اسلامی فکر اور منحرف فکر و

www.abulhasanalinadwi.org

باطل نظریات کا تعارف اقتصادیات اور سیاسیات کے مبادی اور ریاضی وغیرہ نصاب میں رکھے گئے ہیں، نیز اہم مفکرین کے محاضرات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، تعلیم کے مراحل کو ابتدائی، ثانوی اور عالی اور تخصص کے مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان ہی کی مناسبت سے مضامین نصاب کی ترتیب و تنسیق رکھی گئی ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں جو ۶ سالوں پر پھیلا ہوا ہے، ناظرہ قرآن و حفظ سورہ منتخبہ و تجوید، عقائد دینیہ، و مسائل فقہیہ، اسلامی معلومات، تاریخ اسلام اردو ہندی، فارسی، حساب، جغرافیہ، معلومات جدیدہ اور خطوط نویسی، خوش خطی اور بعض دیگر معلوماتی اسباق ہیں اور عصری مدارس کی سطح کا معیار رکھا گیا ہے،

ثانوی مرحلہ میں جو پانچ سالوں پر مشتمل ہے، عربی زبان و ادب و انشاء اردو ادب و فارسی انگریزی زبان، فقہ، معلومات دینیہ، سیرت نبوی، منتخب احادیث صرف و نحو، تاریخ جغرافیہ، حساب اور دیگر معلوماتی مضامین ہیں۔ درجات عالیہ کے چار سالوں میں ترجمہ و تفسیر قرآن اور متداولہ کتب تفسیر کی مراجعت نیز بیضاوی سورہ بقرہ و اصول تفسیر صحاح کتب مع مؤطا و اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، ادب عربی و انشاء، نحو، تاریخ ادب، نقد ادب، تاریخ اسلامی، جغرافیہ اسلامی ثقافت اسلامی، دعوت اسلامی منطق و فلسفہ، سیاسیات و معاشیات اور انگریزی ہے۔ فضیلت و تخصص کے مرحلہ میں بقیہ کتب صحاح ہیں مع طحاوی و اصول حدیث،

www.abulhasanalinadwi.org

علوم قرآن وتفسیر کشاف، اسرار عبادات، اسرار شریعت، فقہ واصول فقہ تاریخ علوم، ادب عربی وانشاء، تاریخ دعوت وفکر اسلامی، تراجم علماء و اعلام، اصول تعلیم اور بعض دیگر مضامین شامل نصاب ہیں، قدیم مدارس دینیہ میں حدیث وفقہ کا جو نصاب دو یا تین آخری سالوں میں ہوتا ہے وہ نصاب ندوہ نے مضامین کے اضافے کی وجہ سے پانچ سالوں میں پھیلایا ہے تاکہ وہ پورے ہوسکیں، اس کا لحاظ رکھا گیا کہ انگریزی اور بعض عصری مضامین کے داخل نصاب کرنے سے علوم دینیہ کو نقصان نہ پہونچے، اس کے ساتھ دینی اخلاق وکردار کی حفاظت کے لیے اساتذہ اور نگرانی دارالاقامہ کے وسیع نظام سے کام لیا جاتا ہے، اس طرح عصری مضامین اور انگریزی سے اسلامی اخلاقی کردار کو نقصان نہیں پہونچتا۔

جس کا کام مطلوبہ خطوط پر بتدریج انجام دیا گیا، جو نصاب تعلیم کے دائرہ میں اس تفصیل سے ہے جس کا سطور بالا میں تعارف کرایا گیا۔ یہ دینی تعلیم کو عصری تقاضوں کے ساتھ مربوط کرنے کے مقصد سے ہوا، ضرورت ہے کہ ہمارے عصری مدارس وجامعات بھی انقلابی قدم اٹھائیں اور اپنے نصاب تعلیم میں وہ ضروری اضافہ کریں جس سے وہاں کے طلباء صرف علم ہی حاصل کرکے ہی نہ رہ جائیں بلکہ وہ اپنی اور ملت اسلامیہ کی صلاحیت ومقام پر اعتماد بھی حاصل کرسکیں بلکہ دنیا کے سامنے اعتماد کے ساتھ اپنی اور دینی برتر خصوصیات سے اثر انداز ہوں، ضرورت ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں کے ماہرین تاریخ مؤقر مغربی زبانوں میں اسلام و مسلمانوں کی تاریخ کے سلسلہ میں جو غلط فہمیاں اور بے اعتمادی پیدا کی گئی ہے اس کو اپنی تصنیف کردہ ٹھوس علمی کتابوں سے دور کریں اور اسلام اور مسلمانوں کا شاندار چہرہ واضح کریں اسی طرح دیگر سماجی اور انسانی علوم میں ایسا علمی سرمایہ تیار کردیں جو مسلمانوں کا باعزت مقام بحال کرتا ہو اور نئی نسل کے کچے ذہنوں کی صحیح رہنمائی بھی کرتا ہو، یہ کام ہماری مسلم عصری درس گاہوں اور مسلم اسکالروں کے ذمہ قرض ہے جس کو انھیں جلد از جلد اتارنا ہے۔

تعلیم کا مقصد انسان سازی ہے انسان سازی کا مطلب وہ انسان بنانا ہے جو اپنے مستند معتقدات، معتبر اخلاق اور پختہ دین و ایمان کا حامل ہو نہ کہ ہر چمکتی چیز کا دلدادہ اور دوسروں کی کسی بھی برتری کے سامنے مبہوت ہو کر اپنی ہر خصوصیت کا منکر ہو جائے۔

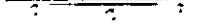

www.abulhasanalinadwi.org

خلاصۂ کلام

تعلیم کی ضروری فکر

مشرقی ممالک میں اس وقت مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں پیچھے ہیں، اس میں کچھ تو مشرقی ملکوں کی پسماندگی کے اثرات کو دخل ہے اور کچھ سیاسی حالات کا دباؤ اور خوش حال زندگی کے اوسط کی شدید کمی کو دخل ہے لیکن ان دونوں اسباب پر قابو پانا ناممکن نہیں بشرطیکہ قوم کے سنجیدہ اور معاملہ فہم طبقہ کو اس مسئلہ کی طرف توجہ ہو۔ ترقی کے میدان میں اور قوموں کی موجودہ دوڑ میں مسلمانوں کو پیچھے رہ جانے سے بچنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس کے لیے ان کو تعلیم کے میدان میں تیزی اور محنت کا ثبوت دینا ہوگا۔ اور نظام تعلیم کو اپنی قوم اور فرد دونوں کی ضرورت اور خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے چلانا ہوگا۔

گزشتہ صفحات میں تعلیم کے دو نظاموں کا جائزہ پیش کیا گیا، جن میں مسلمان طلباء تقسیم ہوتے رہے ہیں۔ ایک عصری نظام تعلیم جس میں فرد و ملت کی اسلامی خصوصیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے، دوسرا دینی تعلیم

www.abulhasanalinadwi.org

کا نظام جس میں زمانہ کے تقاضہ اور سماجی علوم کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔
ندوۃ العلماء نے ایک صدی قبل سے دونوں نظاموں کی آپس کی دوری کو کم کرنے کی کوشش شروع کی تھی لیکن اس کو معاونین اور کار پردازوں کی وہ تعداد نہیں مل سکی جن کے تعاون سے بڑی تبدیلی آسکتی پھر بھی اس کی کوشش کے جو نتائج ہوئے وہ خوش آئند ہیں اس نے ملّت کو علم و ادب کے میدان میں وسیع النظر اور جامع طرز کی متعدد شخصیات نیز ذہن ساز لٹریچر عطا کیں جس سے ملّت نے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہی ہے۔ لیکن آزاد ہندوستان میں مزید غور و فکر اور سمجھداری سے علمی میدان کو سر کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمان فرد کے تعلیمی تقاضوں میں مذہب اور ثقافت دونوں آتے ہیں، مذہبی پہلو ہیں عقیدہ اور مذہبی فرائض کے ساتھ اسلام کی بنیادی معلومات سے جن میں کفر و اسلام کا فرق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور ان کے اصحاب کرام پھر اسلام کے عظیم فرزندوں اور اسلامی تاریخ کے عظیم ترین واقعات سے واقفیت ضروری ہے ورنہ مذاہب اور قوموں کے جھرمٹ میں اسلامی شخصیت گم ہو جانا ناممکن نہیں ہے۔
ثقافتی پہلو سے وہ موضوعات جن کی ضرورت زندگی کو ترقی دینے اور کامیاب بنانے کے لیے ہوتی ہے نیز اپنے مخصوص سماج اور مشترک سماج دونوں میں اپنی باعزت جگہ بنانے اور دونوں کے لیے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے میں افادیت پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل کرنا ضروری ہے ان موضوعات کو تعلیم کا جزو بنانا ہونا اس سلسلہ میں ضرورت کے مطابق زبان اور سماجی و سائنسی معلومات کو ان کا ضروری حق دینا ہوتا اور دونوں شعبوں کے مذکورہ بالا مضامین مسلمان کی تعلیم میں پرائمری سطح سے ہی اہم بلکہ لازمی موضوعات ہونا چاہیئے۔ ان مضامین کے ساتھ اگر تعلیمی نظام نہیں بنتا تو تعلیم کے ذریعہ ایسے افراد بنانا مشکل ہے جو ایک کامیاب زندگی رکھنے والے اور مسلمان خصوصیات رکھنے والے افراد شمار کئے جاسکیں۔

پرائمری سے اوپر جاکر مسلمان طالب علم کو مزید سماجی علوم کے اس حصّہ سے بھی واقفیت ضروری ہوگی جو مسلمان قوموں، ان کے علاقوں اور ان کی ترقی اور بہتری سے تعلق رکھتا ہے اس میں زبان و ادب جغرافیہ تاریخ اور تمدنی حالات شامل ہیں۔ یہ اور وہ سب ثقافتی پہلو سے تعلق رکھنے والے مضامین ہیں اور جہاں تک مذہب سے تعلق رکھنے والے حصّہ کا تعلق ہے تو قوم و ملّت کے مذہبی معاملات میں جن علوم کی ضرورت ہے ان کے بندوبست کے لیے افراد کی ایک تعداد کو تیار کرنے کیلئے جس تعلیم کی ضرورت ہے یعنی دینی علوم میں نسبتاً وسیع اور گہری معلومات حاصل کرنا تو اس کے لیے ثانوی سے اعلیٰ تعلیم کے مرحلہ تک بندوبست کرنا ہوگا جو اعلیٰ دینی درس گاہوں میں ہو یا مسلمانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے عام نظام تعلیم میں دینی تعلیم کے شعبہ یا فیکلٹی قائم کر کے ہو پھر ہندوستان جیسے ملک میں کئی مذاہب اور کئی تہذیبوں کے درمیان رہنے کی صورت میں ان کے تقاضہ سے جن علوم و معلومات کی ضرورت ہے ان کو بھی ضروری حد تک حاصل کرنے کا بندوبست رکھنا ہوگا۔

وقت کی ضرورت اور زندگی کے موجودہ تقاضوں نے سائنس اور ٹکنالوجی کی تعلیم کو بہت اہم بنا دیا ہے جس کو تسلیم کرنے اور اس میں اپنا مقام بنانے کے بغیر بین الاقوامی برادری میں وزن اور حیثیت نہیں پیدا کی جا سکتی بلکہ بات بڑھ کر سیاست اور اقتصادیات تک آگئی ہے اور زندگی کے ان دونوں پہلوؤں میں ترقی اور کامیابی کا مقام سائنس و ٹکنالوجی میں کمال حاصل کیے بغیر نہیں حاصل ہو رہا ہے۔

آج وہی قومیں ترقی اور کامیابی میں آگے جا رہی ہیں جنھوں نے سائنس اور ٹکنالوجی میں تفوق پیدا کر لیا ہے یا کر رہی ہیں، پیداوار میں ترقی کامیاب زندگی کے وسائل اور سہولتوں کا حصول، قوت دفاع، غلبہ و اثر اس وقت سائنس اور ٹکنالوجی کے محتاج ہو چکے ہیں، اس وقت قوموں کی صف بندی اسی کے لحاظ سے ہو رہی ہے اس لیے مسلمانوں کو اس دائرہ عمل میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔

لیکن یہ سب کیسے ہو، مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی صورت میں ان کو حکومت سے سب کچھ نہیں مل سکتا حکومت سیکولر ہے لیکن اکثریت

www.abulhasanalinadwi.org

کے مذہبی رجحانات کے اثر سے باہر نہیں ہے اس کے خالص سیکولر مضامین سے جیسے سائنس اور ٹکنالوجی ہے مسلمانوں کی مسلمان شخصیت کو نقصان نہیں پہنچتا اس میں حکومت کے دیے ہوئے نصاب پر اکتفا کی جاسکتی ہے۔ البتہ سماجی وادبی موضوعات میں مسلمانوں کو اپنی اسلامی خصوصیات سے ٹکرانے والی باتیں ملتی ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کا طریقہ حکومت سے سیکولرازم کی بنیاد پر نصاب کو ان اسلام مخالف اثرات سے بچانے کا مطالبہ کرنے کے ساتھ اپنے پرائیویٹ تعلیمی ادارے اور مکتب قائم کرنے چاہئیں جن کو مسلمان قائم کریں اور وہی جماعتیں اور ان کے نصاب ونظام کو مسلمانوں کی واقعی ضرورت کو پورا کرنے والا بنائیں، امریکہ ویورپ میں اقلیتوں نے ایسا کر رکھا ہے اور اس کے بہترین اور بکثرت اچھے نتائج اُن کو حاصل ہو رہے ہیں تو ہندستان میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا، اس کے لیے صرف ماہرین تعلیم کی فکرمندی اور توجہ اور مال خرچ کرنے والوں کی ملی غیرت کی ضرورت ہے۔ پھر تعلیم گاہوں کا فیسوں کا ایسا نظام بھی قائم ہوسکتا ہے جس سے وہ خود کفیل ہوں لیکن فیس ایسی نہ ہونا چاہیے جس سے غریب بچے تعلیم نہ حاصل کرسکیں۔

ضرورت ہے کہ مسلم قوم کے غیرت مند مسلمان یہ طے کریں کہ کوئی مسلم بچہ بلا تعلیم کے نہ ہوگا۔ ہر بچہ کو لازماً تعلیم دلانا ہے۔ خواہ وسائل تعلیم کی وجہ سے وہ صرف ابتدائی ومتوسط تعلیم تک محدود ہوکر رہ جائے

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن اس سے بنیاد تو حاصل ہو جائے گی اور وہ بچہ جاہل نہ رہ جائے گا، وہ اپنی اس معمولی تعلیم ہی سے زندگی کی گاڑی اپنے قابل استطاعت دائرے میں چلا سکے گا۔

اس کے لیے مدارس اور اسکول جگہ جگہ گاؤں گاؤں میں کھولنا چاہیئے۔ اس میں حکمت عملی اختیار کرنے پر مالی بوجھ خاصا ہلکا ہو سکتا ہے، چنانچہ یہ کام مشکل نہ ہوگا اور جہاں ایسے اسکول و مدرسے نہ قائم ہو سکیں تو وہاں پہلو بہ پہلو اسلامی ضرورت کے اسباق کا نظم کرنا ضروری ہے اس کے لیے دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کا نظام اختیار کیا جا سکتا ہے اس میں بچہ تعلیمی اوقات میں سرکاری اسکولوں میں رہے گا اور اس سے قبل یا بعد ان مخصوص اسلامی مدارس میں اسلامی ضرورت کی باتیں سیکھے اور پڑھے گا۔

ثانوی و اعلیٰ تعلیم میں بھی ہائی اسکول اور کالج قلیتی اداروں کی حیثیت سے مسلمانوں کے مخصوص ہو سکتے ہیں جن کو مسلمان ہی چلائیں اور ان کا نصاب اپنی اسلامی ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے مرتب کریں۔ یہ کام افسوس ہے کہ ان کالجوں اور اسکولوں میں اب تک نہیں ہو رہا ہے جو پرائیویٹ طور پر مسلمانوں نے قائم کیے اور چلا رہے ہیں۔ وہاں بھی سماجی و اخلاقی مضامین غیر مسلموں بلکہ اسلام مخالف اہل قلم کے ترتیب کردہ ہیں، اس صورت کو بدلنا چاہیئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے دینی مدارس کی داغ بیل دراصل اسی کی روک تھام اور تلافی کے لیے پڑی، نیز ان کو مسلمانوں کی اسلامی ضرورت کے لیے مصلح مربی، امام، خطیب، مفتی، شرعی قاضی اور مدرسین علوم دینیہ تیار کرنا تھے۔ اس کے لیے وہ اپنی صلاحیتوں اور رجحانات کے مطابق ضرورت کا نصاب و نظام رکھتے رہے۔ ان کی یہ افادیت برابر قائم ہے اور اگر عصری مدارس اسلامی صفت کی حفاظت کا ضروری انتظام اپنے نصاب میں کر لیں تو ان دینی مدارس کا کام ہلکا ہو کر صرف اسلامی شرعی ضرورت کے افراد ضرورت بھر کی تعداد میں تیار کرنا رہ جائے گا اور یہ دین میں تخصص پیدا کرنے کی مخصوص درس گاہیں رہیں گی۔ جس طرح کسی دوسری ضرورت کے موقع کے لیے تخصص کرنے کے شعبے وادارے ہوتے ہیں۔

اخلاقی اور دینی تعلیم کی طرف مسلمانوں کو توجہ کرنے کی بڑی ضرورت ہے تاکہ وہ افسوسناک صورت حال دور ہو جو اس وقت عام ہو رہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مصنّف کی ایک اہم کتاب

سماج کی تعلیم و تربیت

مغربی تجربات ـــــــ اسلامی تصوّرات

یہ کتاب شگفتہ اور دلچسپ انداز میں ان تمام لوگوں کے مطالعہ اور استفادہ کے لیے لکھی گئی ہے جنھیں دعوت کے کام سے دلچسپی اور جدید تعلیم یافتہ نسل کے مستقبل کی فکر، اور اصلاح معاشرہ کا احساس ہے۔

کتاب کی تیاری میں جدید ترین عربی اُردو مآخذ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

کتاب تین مرکزی موضوعات پر مشتمل ہے:۔

(۱) اجتماعی زندگی کا مزاج و نفسیات

(۲) تعلیم کے نظریات اور طریقہ ہائے کار

(۳) دعوت اور ذرائع ابلاغ کے طریقے اور ان کے اثرات

ناشر

مکتبہ اسلام ۳۷ گوئن روڈ ـ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org